اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ قصائد مومن

مرتبہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اردو قصائد تصحیح اور اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحٰق علی علوی مالک و پرنٹر

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ عمّاں بردن ‌ ‌ ‌ ‌ خاروخسِ صحرا بہ گلستاں بردن

امّا چہ کنم کہ رسمِ مورے باشد ‌ ‌ ‌ ‌ پائے ملخے پیشِ سلیماں بردن

میں غایت خلوص و ارادت اور کمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس شکستہ مایہ ادبی خدمت کو مخدوم ملت فخر قوم عالیجناب آنریبل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے (جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے) اُس ذوق صحیح اور شغف عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اردو ادب کے ساتھ ہے باجازت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا اور اپنے لیے سرمایۂ نازش بہم پہونچاتا ہوں۔

نیازکیش صفیا

اعتذار

عجز انسان کے لیے منقصت ہے اور اعتراف عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحت کے ملنہ آہنگ دعووں اور پیہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سہو کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام معذرت قبول فرمائیں اور تصحیح کریں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۱۰	زبان	زمان	ق	۱۷	زبان	زبان
ب	۶	بدر	بدر و	ر	۱۰	خط کو	خط کی
ج	۱۴	بہلوانی	بدایونی	ض	۲	عمان ہم	عمان ہم
ہ	۳	سنہ ۱۹۲۲ء	سنہ ۱۹۲۴ء	ظ	۴	کون زحل سے	کون زحل سے
و	۲	سنہ ۱۲۶۹ء	سنہ ۱۲۶۸ھ	غ	۹	گل تری	گل طری
ز	۱	انگریز	انگریزی	۱۸	۶	چشم بصر	چشم بشر
ک	۷	پیچیدگی ساتھ	پیچیدگی کے ساتھ	۲۵	۴	مسجر	خاور
م	۱۰	خوف و تردید	خوفِ تردید	″	۵	خاور	مسجر
ص	۴	لو	تو	۲۶	۷	(کیوان)	زحل (کیوان)
″	۹	عالم	عام	۲۸	۷	چارہ فرمایئے	چارہ فرمائیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل
〃	۱۱	طمعہ	طعمہ
۴۲	۱۰	وز	موثر
۴۵	۵	اسفل	سافل
۵۱	۱	قضائے	فضائے
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان
۶۷	۹	قصہ	قصد
〃	۱۰	اُچک	آچک
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں
〃	۱۲	ٹھرنا	ٹھرا
۷۷	۱۳	شبستاں	شبستانی
۸۱	۱۲	مارگردن	بارگردن
۸۲	۱۶	اودر	اودھر
۸۳	۱۱	دامنِ گل	دامن
〃	۱۲	نجومی	نجوم
۸۴	۳	سجدی	سجدہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۹	۵	روزِ محشری	روز محشری (بے اضافت)
〃	۷	مذاقِ شکری	مذاق شکاری (بے اضافت)
۹۰	۶	گھر	گر
〃	۷	پاس	یاس
۹۳	۱۰	اس	اسکی
۹۴	۸	حکومت	محاصل حکومت
〃	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
۹۵	۶	امتیاز	امتزاج
〃	۱۰	حلق	خُلق
۱۰۰	۳	جبرتی	حیرتی

قولِ شارح

انسان نے جب عالم شعور مین پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمامتر جذبات کی حکومت مین پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اُسنے جلال یا جمال کا مظہر سمجھا اُسی کو معبود قرار دے لیا۔ انھین واردات قلبی کی تصویر کا نام شعر ہے اَلشِّعْرُ مَا تَنْبَسِطُ بِهِ النَّفْسُ اَوْ تَنْقَبِضُ ۔ یہ تعریف (اور کسی جامع و مانع تعریف کے مبحث کا یہ موقع بھی نہین) نسبتہً محدود سہی لیکن کم از کم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے۔

اب ان واردات و جذبات مین جذبۂ محبت کو لیجئے جو تمام جذبات مین قوی تر اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے۔ دنیا نے ہزارون پلٹے کھائے اور کھائیگی۔ زمانہ نے لاکھون کروٹین بدلین اور بدلے گا۔ لیکن عشق کے جذبے اور حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلین گے نہ یہ زمان سے مخصوص ہین نہ مکان سے۔ نہ کسی فرد پر منحصر ہین نہ قوم پر۔ اُسی داعیہ قلبی اور جاذبہ فطری کے بیساختہ اُبل پڑنے کو مین حقیقی تغزل سے تعبیر کرونگا۔ اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری مین پورا اترتا ہے وہی جذبات انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے۔

تغزل کو خیالات اور سوز و گداز کے مضامین مین اردو شاعری میر کے بعد جسقدر مومن کی طرفہ کار طبیعت اور دور رس تخیل کی رہین منت ہے کسی دوسرے کی نہین۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اُسپر مستزاد مطبعون کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوع کو اس قابل نہین رکھا کہ عام فہم کہا جا سکے۔

خاکسار کو فطرةً چند شعور سے شعر و سخن سے ذوق اور دیوانون کا شوق رہا۔ علاوہ برین خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سوہاگے کا کام دیا۔ اور شروع سے یہی چرچے کانونمین پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ مین رہنے لگے اُسی دوران مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے اڈیٹ کیا جاے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھون مین پہونچے۔ مگر اُس زمانہ مین چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ خیال قوۃ سے فعل مین نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور عزیز قاضی حضور الرحمن صاحب مختار بدیوانی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن کے ہمسر اور ہمعصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ ملک کے ذی علم طبقہ نے بجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے علاوہ اُستاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام و صحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دید بھی ہے۔
اور قابل داد بھی۔ رہے مرزا غالب سو اُنکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ
جماعت جسقدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برلن اور بھوپال وغیرہ
سے قطع نظر کرکے صرف ہمارے بدایون سے اسوقت تک چار دیدہ
زیب اڈیشن تصحیح و تشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہین۔ مگر مومن
کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہین کی۔ مناسب ہے کہ صحت و
صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ بڑھاکر کلام مومن کا
صحیح نسخہ شائع کیا جا سے۔ اُن کا یہ مشورہ دراصل سہر و بہ ستان یاد
و ہانیدن کا مصداق تھا۔ مینے تہیہ کر لیا کہ حتے الوسع اس کام کو فوراً
شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے مستند و
مسنون اور مطبوعہ کے آٹھ دس پرانے نسخے فراہم کیئے گئے اور اسی
سلسلہ مین بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا لیکن مجھے افسوس
کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپسمین مختلف نکلے گو غلط ہونے
مین سب یکسان تھے۔ بہرحال اپنے امکان بھر مقابلہ کرکے صحت کی گئی
اور مشکل اشعار کے ذیل مین ضروری نوٹ اضافہ کر دئے گئے۔ اور جہان
با وجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہو سکا وہان ذاتی اجتہاد سے کام لیا
اَلْمُجْتَہِدُ قَدْ یُخْطِیُٔ وَ یُصِیبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخون سے اس اڈیشن کو صحیح تر پائے گا۔
کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدْ اِسْتَهْدَفَ اس بنا پر اگر کسی سمت
سے تعریض و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلاف توقع نہین کہی جا سکتی۔
البتہ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائین (کیونکہ مجھے معصوم
ہونے کا ادعا نہین) تو وہ ان عفو سے چھپانے کے بجائے براہ کرم
دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشین تاکہ طبع ثانی مین تصحیح کردی جا سکے
رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ هَدَانِی اِلٰی عُیُوبِی۔
آخر مین مجھے سچائی اور شکرگذاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر
قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریک کار نہ ہوتی
تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بروئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا
یہ کتاب در اصل میری مساعی سے زیادہ اُنکی مستقل مزاجی کی مرہون
احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگون اور
دوستون کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنھون نے وقتاً فوقتاً اپنے
قیمتی مشورون سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات مین مولٰنا سید عنایت احمد
صاحب حیرت مولوی یعقوب بخش صاحب راغب قاضی غلام سجاد صاحب سہیل
کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہین۔
اسوقت صرف قصائد سودا کی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ اگر وقت نے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو مقابلۃً زیادہ سلیس اور دلکش ہے)
معزز پبلک کی خدمت میں انشاءاللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء
ضیاء احمد ایم اے بدایونی
ریسرچ سکالر۔ الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

سنہ ۱۲۱۵ھ ۔ سنہ ۱۲۶۸ء

نام و تخلص و ولادت۔ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو لائے اُنھوں نے انکے کان میں اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔ گھر والوں نے حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت سنہ ۱۲۱۵ھ (مطابق سنہ ۱۷۹۹ء) میں ہوئی۔

خاندان ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے شرفا میں سے تھے۔ جنکی اصل نجبائے کشمیر سے تھی۔ حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور میں شاہی طبیبوں میں داخل ہوئے دہلی آکر چیلوں کے کوچہ میں مقیم ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ تیموری حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ مگر پھر بھی بڑوں کی بڑی باتیں۔ چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ میں پرگنہ نارنول میں جاگیر عطا ہوئی۔ لیکن آخر میں نواب فیض طلب خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثۂ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کر دی۔ اور اُس میں سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا۔

اسکے علاوہ کچھ پنشن سرکار انگریز سے بھی ملتی تھی۔
تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادرؒ دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے اور بعد وعظ تمام مطالب ونکات ازبر سنا دیتے۔ جب عربی میں استعداد ہوگئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خان اور غلام حسن خان سے طب کی کتابیں پڑھیں اور انھیں کے مطب میں نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اسمیں مہارت بہم پہونچائی۔ ایک شعر میں اپنی نجوم دانی کو عجیب اسلوب سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان نصیبوں پر کیا اختر شناس + آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا +
شاعری۔ انھیں شعر وسخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے مشہور شاگرد نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نواب اکبر خان۔ میر حسین تسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علیخان نسیم تھے۔ غزل نہایت دردناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے باکمال اُستاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم ونثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔
علمی اور دیگر مشاغل۔ شطرنج سے اُنکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی میں انکو خاص ملکہ تھا

[illegible] و تخرجہ تاریخ میں معیوب ہے مگر ان کی طبع رسا نے محاسن تاریخ
میں داخل کر دیا۔ معما اور چیستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم میں کامل
مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ اُن کے احکام سے دوسرے منجم حیران
رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش
وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لمبے لمبے گھونگر
والے بال تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائنچے پہنتے تھے۔ اسقدر
غیور تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ اُنھوں نے ارباب
دنیا کی تعریف میں کچھ نہیں کہا۔ ہاں راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ
رئیس پٹیالہ (مقیم دہلی) کی تعریف میں ضرور مدحیہ قصیدہ لکھا جنھوں نے
اُنکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔
دوسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان میں (جن سے مومن کو روحانی
نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ اُنکو اساتذہ
سلف کی تعریف کرنا اور سُننا پسند نہ تھا۔ طبیعت میں نازکخیالی کے ساتھ
نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ اُنھوں نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہیں کیا
اسی طرح نجوم و رمل و طبابت کو بھی ذریعۂ معاش نہیں بنایا۔ انکو جو کچھ

ن ملیسر تھا اُسی پر قناعت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر
اور بدایوں۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

ب۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی اسمٰعیل
ان کے پیر تھے۔ حکیم مومن خان آخر وقت تک انھیں کے عقائد کے قائل تھے

ت۔ مدفن۔ اور اولاد۔ سنہ ۱۲۶۸ھ میں کوٹھے سے گر کر ۵ مہینے
بعد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۲ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ
ی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیوں کے
مغرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر خاں ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے

رح مومن کی لائف میں ہم بعض نمایاں خصائص دیکھتے ہیں۔ اسیطرح
کلام میں بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہیں۔ مومن سے پہلے
در شعرا گذرے ہیں قصیدہ میں (بہ استثنائے سودا) مومن کا کوئی
ہیں۔ اگرچہ پختگی اور روانی میں قصائد ذوق کا درجہ کہیں ارفع ہے

س حصہ میں اصناف سخن پر عام تبصرہ ہے جسمیں عموماً کلام مومن کے وہ
نا ہیں۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ گو انکے یہاں
نمایاں ہیں۔ اُنکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہیں۔ مولف

تاہم زور اور ندرت میں مومن کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اُنکی تشبیب[۳]
عموماً نادر اور انوکھی ہوتی ہے۔ اور اُسکے ساتھ ہی ہر قصیدہ میں تعلی
اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعرا ہے اس شکوہ اور زور کے ساتھ
پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے تخلیص یا گریز البتہ نسبتہً کمزور ہوتا ہے

[۵۲] زور اور ندرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہیں جنکا فیصلہ ہر شخص
بذاتِ خود کر سکتا ہے۔ تاہم ایک حد تک آنے والی مثالوں سے یہ
مفہوم واضح ہو سکتا ہے۔

[۵۳] تشبیب میں شعرائے سلف بالعموم بہاریہ مضامین یا مناظرے
وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے۔ مومن خان نے تشبیب کو اُسکے حقیقی معنی میں
منحصر کر دیا گویا اُنکی تشبیب میں سر تا پا تغزل کی شان نظر آتی ہے۔ مثال کیلئے
قصیدۂ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں ۱۲

[۵۴] تعلی اور شکایت زمانہ کی مثالوں کے لئے اُنکے قصیدے دیکھو
بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہیں۔

[۵۵] اس میں اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا
فرض ہے کہ بے کم و بیش تمام حسن و قبح ظاہر کر دے۔ بلاشبہ مومن
کے بعض گریز ایسے ہیں جن سے تکلف و تصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہیں معلوم
ہوتا کہ بات میں بات نکل آئی ہے۔ قصیدہ سوم۔ پنجم۔ ہفتم ملاحظہ ہوں

نادرستی ضرور تعقید پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبون مین انکا
مجتہدانہ اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جا سکتا ہے
غزلون مین مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہین۔ عشق و رشک
وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصہ ہین۔ فلسفہ[1] اور اخلاق اُنکے یہان
الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔
ندرت اسلوب قصائد و غزلیات مین قدم قدم پر دلکو کھینچتی ہے۔ اور
اُسی کے ساتھ بعض موقعون پر زبان[2] کی چاشنی اور محاورات
کی صفائی نہایت بامزہ اور دلکش معلوم ہوتی ہے

---

[1] فلسفہ و تصوف، درحقیقت حکیم صاحب کا رنگ نہین اور وہ اُسکے مرد میدان ہرگز نہین کہے جا سکتے۔ ڈھونڈھنے سے کلیات مین شاید دو تین شعر اس طرز مین نکل آئین جو بھی بادل ناخواستہ قافیہ پیمائی کی خاطر کہے تو ہین لیکن جیسے کوئی زبان تھام لیتا ہے مثلاً
کچھ سمجھ کے اسے شعو آخر ملا ہے خاک مین * یکچند ملک سند لو یا سرزمین شام لو

[2] محاورات کی صفائی جہان جہان مومن نے برتی ہے شعر مین ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً اس نین مین ... وہ بھرتے ہین سبو بھر کے ہین۔ یا کیا نکل آیا۔ جبکہ انکی آیا غزلون کی غزلین زبان کے لحاظ سے لاجواب ہین۔ مثلاً ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا مُنہ ہائے شب ہجر تیرا کالا منہ۔ آتی سلسلہ مین خاقانی ہند استاد ذوق (خدا انکی روح سے شرمندہ نہ کرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست زبان و سلاست روش کا موازنہ کرو۔ تم مسی مل کے بزم غیر مین سے نکال منہ کر چلو اور نہین گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو ۱۲

نائع بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بدنما داغ ہین مگر کیا کیا جائے
مومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔
ویان کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویون کے
اتھ برابر کے درجہ مین رکھی جا سکتی ہین۔ اور چونکہ جگ بیتی نہین بلکہ آپ بیتی
ں لیئے خاص درد اور اثر رکھتی ہین۔ بعض ایسی رنگ مین لکھی گئی ہین اور ایسے
یہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے مثنوی مین
شق ومحبت کے معاملات کے علاوہ مناجات۔ حمد۔ نعت۔ رجز کے مضامین بھی
ں ذوق وشوق کے ساتھ لکھتے ہین کہ قادر الکلامی اُنکا کلمہ پڑھتی ہے۔
ی طرح اُنکے واسوخت اور مراثی بھی درد وجوش کا بہترین مرقع ہین۔ خصوصًا
سوخت کے متعلق یہ بلا خوف وتردید کہا جا سکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم
ن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتون تک پیش نہین

لہ صنائع (وہ بھی تکلف کے ساتھ) ایک زمانہ مین سکۂ رائج کی طرح ٹکسالی سمجھی جاتی
ہین لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتون کو معیوب جانتے ہین مومن کے کلام مین بھی
معاصرین اُستادون کی طرح مراعات النظیر بیشتر اور ایہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ ہمنے مثالون سے
ناظرین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہین کیا۔ اس بارہ مین غور کرنے
سے یہ قول فیصل معلوم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہین بلکہ محمود ہے
اور رعایت کی نوعیت کا فیصلہ یہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کر سکے گی۔ علاوہ بریں کچھ قطعات رباعیات مسمطات وغیرہ ہیں جو اپنے رنگ
میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی صنف شاعری ایسی نہیں جس میں
مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد سخنوری نہ دی ہو۔
اب ہم علیحدہ علیحدہ اُنکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہیں جن سے
اُن میں اور دیگر اساتذہ فن میں امتیاز کیا جا سکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل میں مومن کا پایہ بہت بلند ہے سوز و
گداز اُن کا مایہ امتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ میں اُنکا انداز جراءت سے
ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز جسکا بہترین مرقع فارسی میں دیوان نظیری ہے
اپنے اصلی معنوں میں انکے یہاں اسقدر غالب ہے کہ غزل و مثنوی تو بطرف
قصیدوں میں بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے ہم یہاں زیادہ تر غزلیات
سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

کیونکر اُمید وفا سے ہو تسلی دل کو　　فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیماں ہوگا

معشوق کی وفا سے مایوس ہیں مگر اُسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں
کہ گویا وفا کا خیال تو درکنار۔ محبوب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ اُنکا
وعدہ وفا ہو سکتا ہے نہ۔ لہذا پشیمانی ظاہر

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ میں ذرا صراحت سے
بیان کیا ہے فرماتے ہیں

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

اسی ضمن میں مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر میں عشق
کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ تجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد
کریں ہم کیا کہ تنگ آشیاں ہے

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے لاش پہ اس بے وفا کے آنے کی

ایک شعر میں ایک نیچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقے سے ادا کر گئے
ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ مشہور ہے کہ مرزا غالب باں ہمہ نازک خیالی
مومن کے اس شعر پر دیر تک وجد کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مومن کے
عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ تھی ہے نمونہ کے طور پر اشعار
اشعار ذیل کافی ہیں

شب وصل آپ کا عذر نزاکت
بجا ہے پر نہ مجھ سے کیا ہے

لے شب وصل غیر بھی کاٹی
تو مجھے آزمائے گا کب تک

بے رونے کے مشکل ہے نکلا غبار دل
[illegible]

کہتے ہین تمکو ہوش نہین اضطراب مین ✓ سارے گلے تمام ہوئے اک جواب مین

اسی کے جواب مین شیخ ابراہیم ذوق کا مطلع بھی خالی از لطف نہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین — وان ایک خامشی تری سبکے جواب مین

بعض بعض مسلسل غزلون پر واسوخت کا گمان ہوتا ہے - مثلاً وہ غزل جسکا آغاز یہ ہے

اب اور سے لو لگائین گے ہم - یا — نہ یہ ہے کہ ہم عشق بتون کا نہ کرینگے

(۴) نازکی خیال و بلندی مضمون - مثلاً ایک شعر مین شام وعدہ اپنے تھک کر سو رہنے کو کس خوبی سے "شکوہ ستم اضطراب" قرار دیتے ہین-

پہلے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سو رہے — آرام شکوۂ ستم اضطراب تھا

یا محبوب کے نہ دیکھنے کو کس شوخی سے "نگہ التفات" ثابت کرتے ہین-

پامال اک نظر مین قرار و ثبات ہے ✓ اسکا نہ دیکھنا نگہ التفات ہے

ایک جگہ اپنی واژون اختری عجیب پیرایہ مین بیان کی ہے- فرماتے ہین

سن میرا حال زار منجم ہوا رقیب ✓ تھا ساز گار طالع ناساز دیکھنا

شاعر نے اپنی بدنصیبی کی داستان منجم کو سنائی- مگر سوئے اتفاق کہ وہ خود رقیب بن بیٹھا- اور اس (شاعر) کے ستارے کی گردش دیکھکر اسکو اپنی کامیابی کے خواب نظر آنے لگے-

اسیطرح اشعار ذیل کی جدت تخئیل ملاحظہ ہو- کیا یہ خیالات کہین

اور بھی ملتے ہیں؟

رہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز — چرائیں گے ہم آنکھیں پاسبان سے

صبر وحشت اثر نہ ہو جائے — کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے

وہ عالم میں مانند لم جلوہ زن — کہ ثابت کریں تو ہے نفی سخن

ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر — اعدا کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

مدد غیب ہی کی لشکر مغلوب سے ہے صلح — کہ مسلمان نہوں معتقد طالع شوم

چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ — طالع روں خواب ہما آپ کرے ہے یاوری

(۳) ندرت اسلوب بیان اور شوخی ادا۔ یہ خصوصیت مومن کے کلام میں ہر جگہ نمایاں ہے اور لاریب کہ اسمیں اُنکا نظیر محال نہیں تو قریب محال ضرور ہے وہ سیدھی سی بات کو ایسے انوکھے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ سامع حیران رہ جاتا ہے۔ مثلاً مقصود یہ ہے کہ محبوب کی گالی بری نہیں معلوم ہوتی۔ اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں۔

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں — اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

اور سنو۔

محفل میں مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ — بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

ناصح کی دوستی کو عشق کے مذہب میں ہمیشہ عداوت مانا گیا ہے لیکن مومن کا شاعرانہ استدلال قابل داد ہے لکھتے ہیں۔

ہنستے ہیں غیر مجھ پہ بزم سے اٹھا دیے ✓ سبک ہے وہ کہ تری طبع پر گراں ہوا

عیش الفت میں بھی تکلیف دو ... تھا مجھ ✓ یہ مجھکو دیکھ کر دشمن کلیجہ تھام لیتا تھا

جب رسائی کا بھی نہیں مقدور اُنکی عالی جناب سے نہ رسا

خون چھپانے کو مری لاش کہ کیا ہے وہ شوخ ✓ مجھکو یہ غم ہے کہ میں کیوں ترا قاتل ہوا

اسی ضمن میں حضرت ناظم کا شعر پڑھو اور مومن کی شوخی سے موازنہ کرو

ناظم فرماتے ہیں

کرکے خون ایک کا بیٹھے ہیں گھر میں اور پھر پوچھتے ہیں کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا

غور کرو مومن کے شعر میں کسقدر ترقی ہے۔

اسی طرح معشوق کے عاشق ہونے کا مضمون اکثر اساتذہ نے باندھا ہے

مرزا غالب

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر ✓ آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

لیکن مومن کا انداز بیان سب سے نرالا ہے۔ اُنکا شعر ہے۔

عاشق ہوئے ہیں آپ کہیں گو اُسی پہ ہوں ✓ شب ہا غیر مجھ سے زیادہ خراب تھا

دونوں باکمال اُستادوں کے کلام کو نکتہ سنج انصاف کی ترازو میں تولیں اور دیکھیں کہ کسکی شوخی کا پلہ بھاری ہے الحق کہ یہ محاسن وجدانی ہیں جنکا استدلالی ہر شخص کا ذوق سلیم بجائے خود فیصلہ کرسکتا ہے۔

لیا ہے دل کی عوض جان دیکھیے تو دل ✓ میں اور آپ کی سودا گری زیان اٹھا

مطلب یہ ہے کہ تیرے محبوب کو دل دیکر لیا ہے اب اگر رقیب اس سودے کو اپنی جان کے بدلے میں خریدنا چاہے تو دے سکتا ہوں یعنی ہیں اس تجارت میں خسارہ قبول کرنے والا نہیں علیٰ ہذا القیاس شوخی کی تمثیل میں مثنوی دوم کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں محبوب کے حسن کا حضرت یوسفؑ کے حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر اپنے مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مخاطب اسمیں اپنا فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف نہ دیکھو۔ مگر ان غریب کی سے کون! تو یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا ✓ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں

دیکھو ذیل کے شعر میں رقیب کے خط کو تعظیم سے کس طرح روکتے ہیں

سرمگیں آنکھوں سے تم نامہ لگاتے کیوں ہو ✓ خاک میں نام کرو دشمن کے ملاتے کیوں ہو

مسلمہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے کیونکر فائدہ اٹھایا ہے فرماتے ہیں۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں   اتنا رہا ہوں دور کہ ہجران کا غم نہیں
وہ بدخواہ مجھسا تو میرا نہیں   عبث دوستی تمکو دشمن سے ہے
میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ ✓ تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

ارباب ذوق کو میر تقی کا شعر ذیل غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ اسکو مومن خان کے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں

میرے تغیر رنگ پہ مت جا اتفاقات ہیں زمانے کے

اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار
وہ بت دیتا ہے طعنے کس ادا سے کہ تم اب چاہتے ہو کیا خدا سے

یہ مکر شاعرانہ مومن کا طرز خاص ہے اور اردو شاعری میں اوروں کے یہاں بہت کمیاب ہے اصل یہ ہے کہ وہ اس رنگ کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ جیسے

جاگتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھکر طالع ہمارے چونک پڑے خواب دیکھکر
بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاک غبار
لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو پا پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ
دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر کر دیا تیغ گریباں نے دوپارہ حلقوم
خط بیاض صبح وہ شعلۂ دم اژدر سفید ✓ عکس سے جسکی آب ہو آئینۂ سکندری
طرۂ یار روز سیاہ بوالہوس جعد رشک دود آہ بوالہوس

کہیں کہیں مرکب اور مسلسل تشبیہیں خاص لطف دیتی ہیں دیکھو مثنوی پنجم (اشعار ہجو)

(۶) وہ اکثر جگہ ایک غیر ذی روح شے کو کسی صفت مخصوص کے لحاظ سے ذی روح
قرار دیتے ہیں اور شعروں میں خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں

اے مرگ چشم لطف کہ حسرت ہے مرد دم — دیکھا کیے وہ میری طرف بار بار حیف
جوں نکہت گل جنبش ہے جی کا نکلنا — اے باد صبا میری کروٹ تو بدل جانا
کچھ دینے کا بھی دیکھ لے اے آسماں ہنر — کس اوج پہ ہے تو لیتی ہے تاثیر دعا عرش

(۷) کلام میں فارسی کی عمدہ ترکیبیں اور دلکش تراشیں ہیں جو کہیں کہیں بقول
آزاد اردو کی سلاست میں اشکال پیدا کرتی ہیں ان کی مجتہدانہ اختراعوں میں
ذیل کی ترکیبیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں بخوف طوالت اشعار چھوڑ دیے۔
آئینہ سرا - زبان اجابت فشاں - دم خونابہ ریز - حادثہ ریز - زخم ریز تیر بار -
بیمار اجل چارہ - رند خمکدہ کش - جراحت سنگر - ابر تند بار ظفر - گرم پائی برق
تپاں - زبان بیہودہ سائل - گلہ نیر نگلم - بے پروا خرامی - زود کشتن - خم ملک
شغل حسرت - فرمانروا - نوی بخش - تنق بند - بہ زور آور - عالم خو کردہ - تخت خواب
آسودہ - عقوبت ربا - قدم فرسا - خواب تمنا یاب - عشق جبلت - زبون اضطراب - مصیبت بہرہ
قبول - شوق دشوار پسند - پایہ بالاتر - برافراز سخن - کج خرام - شاہراہ عاشقی -
دور گرد بارگاہ عاشقی۔

(۸) کلام میں کہیں کہیں ترصیع و تقابل کی بدولت قاآنی کی شان نظر آتی ہے جیسے
ترے ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار مجوس — ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زار ہوس

یہی خلافت راشد کی اسکو بس ہے دلیل — یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل
عشق اُنکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے — تو مجھکو اطبا نے سودے کا خلل جانا
یہ چشم سیاہ تو نہ ہوگی — یہ شوخ نگاہ تو نہ ہوگی
بیداد ستمگران پرکیش — فریاد الم کشان دل ریش

(۴) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے خاص فائدہ اُٹھایا ہے یوں تو مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

بتخانہ میں ہو گیا ترا گھر — مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم
اے شیخ پھر دیکھ مومن ہیں — ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں
مومن و دیر خدا خیر کرے — طور بے ڈھب نظر آتے ہیں مجھے
اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح — مجھکو تسکین ہو تری تصویر سے

الہ آباد یونیورسٹی۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء — ضیاء احمد ایم اے بدایونی

نوٹ۔ لائف بیشتر آبحیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت آبحیات کی بہ نسبت زیادہ شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اغلاط

یہ اغلاط بالعموم سندا اولا اور مطبوعہ نسخوں میں مشترک طور پر موجود ہیں اور اس ایڈیشن میں اُنکی تصحیح کی گئی ہے

حوالہ	غلط	صحیح
قصیدہ ۱ - شعر ۳۶	ہر جزو ضعیف	ہے جزو ضعیف
" ۴۶	خونابہ دل جگر	خوناب دل و جگر
" ۵۵	بٹھایا	مٹایا
" ۷۱	علمہ بجالے	علمہ بجالی
قصیدہ ۲۵ - " ۱۶	زبان لعل	زبان لال
" ۲۰	قبائے گل کو گر اطلس سے	قبائے گل سے گر اطلس کو
" ۳۲	گل خاموس	گل شاموس
" ۳۵	ملبوس	ملبوس
" ۳۹	اُنکا	لگا
" ۴۵	نور شعلۂ فانوس	نور شعلۂ و فانوس
" ۴۹	اواقینوسس	اوافیوسس
" ۵۰	غزل	عرش

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۶۷	گاوزبان	گاوزمین
،، ۶۸	الاکوس	انکوس
،، ۷۲	ببوس	بسقوس
،، ۸۰	عقول نفوس	عقول و نفوس
،، ۸۴	بطلیس	بطلمیوس
،، ۸۹	بنا ہے	بنائے
،، ۹۶	حسرت دوس	حسرت ربوس
قصیدہ ۳ ،، ۴	سینہ جانسوز	شعلہ جانسوز
،، ۱۳	گر نگہ تیغ نے فرہ خنجر	گر نگہ تیغ ہے فرہ خنجر
،، ۲۶	شریک دیدہ تر	سرشک دیدہ تر
شعر ۳۷	چارہ فرمائے علاج سحر	چارہ فرماہے علاج سہر
،، ۹۶	پشت کا شانہ	پست کا شانہ
قصیدہ ۴ - ،، ۹	بیشتر	پیشتر
،، ۳۸	اصل دین کے	اصل دین کے تا
،، ۵۸	مزید دہر میں ہین	فرید دہر ہون مین
قصیدہ ۵ - ۱۲۷	وا جاتا ہے کئی بار	وان سے آتا ہے کئی بار

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۴	استار	اغیار
،، ۵۱	غنوان ہم	عنوان ہم
،، ۹۹	تحسین	تحسین
،، ۱۰۵	درہم و دینار کے داغوں کو	درہم و دینار کو داغوں کے
،، ۱۰۹	یاقوت لب لعل نگار	یاقوت و لب لعل نگار
قصیدہ ۶ - ،، ۲۲	قربان زبان تیغ	قربان جان تیغ
،، ۳۵	ذہر	زہر
،، ۴۷	زبان تیغ	زبان تیغ
قصیدہ ۷ - ،، ۳	لرزہ ہم	سدادم
،، ۱۰	معلوم	منظوم
،، ۱۷	حسن و عشق پہ	حسن دو عشق پہ
،، ۳۶	جوہر بار فزون	جو دہر بار فزون
،، ۶۵	اشار	انہار
،، ۶۹	کا ہو خلق	سے ہو خلق
قصیدہ ۸ - ،، ۱۳	بالی	بالی
،، ۳۹	روز خورشید	ز خورشید

حوالہ	غلط	صحیح
〃 ۵۱	نیرنگی زبان	نیرنگیٔ زمان
〃 ۸۵	گل داماں پاکدامانی	گل داماں کی پاکدامانی
〃 ۱۱۸	ور تمنا	ورد تشنہ
قصیدہ ۹ شعر ۲	یوں ہے زحل سے	کون زحل سے
〃 ۱۰	روز گزارہ	نہ روزگارہ
〃 ۱۵	سر بسر امتیاز طبع	سر بسر اہتزاز طبع
〃 ۱۶	نہ فلک نور آفریں	نہ فلک نو آفریں
〃 ۲۶	نا کسی آفت قرار نہ سوز ستمگری	نہ اُسے طاقت قرار نہ سوز ستمگری
〃 ۴	کلبہ خاکروب کو	کلبہ خاکروب ہو
〃 ۳۴	یک شہر چرخ بزم کا	یک شبہ چرخ بزم کا
〃 ۴۳	حاسل دو فائدہ	حاصل دولت
〃 ۴۴	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
〃 ۵۰	عطاسش	عطاس
〃 ۵۲	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
〃 ۵۴	روح و گلاب عبہری	روح گلاب و عبہری
〃 ۵۵	خوش ہو ہوائے رشک سے	جوش ہوائے رشک سے

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۶۱	خصم جہاں	خصم جہاں
،، ۷۱	دشنہ وشنہ قضا	دشنۂ تشنۂ قضا
،، ۷۲	تیر ماہ	ماہ تیر
،، ۷۷	جائے تنگ	جائے تنگ
،، ۹۱	چارہ صبر آزما	چارۂ صد رہ آزما
،، ۹۴	اوج حضیض	اوج و حضیض
،، ۹۶	ہے یہ وہ حسن جسکی تیغ	ہے یہ وہ جنبش جسکی تیغ
،، ۱۰۵	شعلہ دود و	شعلۂ دود و
۱۰۶ ص	گل تری	گل تری

نوٹ۔ تقریباً تمام مطبوعہ نسخوں میں اشعار ۶۹ اور ۷۰ (قصیدہ ۷) میں اور اشعار ۵۷، ۵۸ و ۵۹ (قصیدہ ۹) میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے۔ ناظرین درست کرلیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی

(۱) حمد پاک

الحمد لواہب العطایا[۱] — اس شور نے کیا مزا چکھایا
والشکر لصانع البریہ[۲] — جس نے ہمیں آدمی بنایا
احسان ہیں اسکے کیا گرانبار — سر سبع شداد[۳] کا جھکایا
کیا پایۂ شستِ سلیمانؑ[۴] — اک بات میں تخت پر بٹھایا

۱؎ تمام تعریفیں بخششوں کے دینے والے کے لیے زیبا ہیں۔ شور سے شور محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مزا اور شور میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔
۲؎ اور ہر شکر خالق عالم کے لیے سزاوار ہے۔
۳؎ سبع شداد سات آسمان۔
۴؎ حضرت سلیمان کی شکر گزاری خدا کے احسانوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ اسکا ادنیٰ سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخشدینا ہے۔

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد — افسوں شہنشہی سکھایا

وہ نیر آسمان تقدس — جاں سوز مناظر و مرایا

ق

اک بھی نظر اس مجاز میں ہے — کیوں مہر نگاہ میں سمایا

نے عقل بسیط اوسکا پرتو — نے نور مجرد اوسکا سایا

سبحانک یا الہ عالم — عالم تیرا عجز نے دکھایا

ہر جائی ہے تیرا جلوہ لیکن — دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا

یاں عقل ہے گم کسی تجھی کو — پایا ہر شئے میں پر نہ پایا

---

۵ اشارہ ہے آیۂ کریمہ اعملوا آل داؤد شکرا الایہ داؤد کی اولاد میری نعمتوں کا شکر ادا کرو کی طرف ۱۲

۶ خداوند تعالی کی ذات اقدس کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو پاکی کے آسمان پر جلوہ گر ہے اور جسکی شعاعیں نظروں کو خیرہ کیے دیتی ہیں۔ مناظر منظر کی جمع اور مرایا مرآۃ کی جمع ہے جسکے معنے ہیں دیکھنے کی جگہ۔ مناظر ایک علم کا نام ہے جس کا موضوع نظر ہے اور نور علت نظر ہے اور [illegible] کی ایک شاخ فن مرایا ہے۔ اس شعر میں اشارہ ہے آیہ لا تدرکہ الابصار کی طرف ۱۲

۷ شاعر اپنے آپکو ملامت کرتا ہے کہ ہم لوگ عالم مجاز کی تنگیوں میں ایسے محو ہیں کہ تنزیہ کا لحاظ کیے بغیر تشبیہ سے کام لیتے ہیں کہ [illegible] یعنی خدا کو جو بے مثل ہے آفتاب کا مماثل ٹھہراتے ہیں ۱۲

۸ عقل بسیط سے عقل کل یعنی جبریل مراد ہے نور مجرد وہ نور ہے جو مادہ سے پاک ہو یعنی فرشتے وغیرہ ۱۲

۹ [illegible] ہے دنیا جہان کے معبود تو پاک ہے جب ہم نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تب تیری معرفت کا راستہ ملا۔ حاصل یہ ہے کہ عجز معرفت کا اعتراف ہی معرفت ہے ۱۲

اللہ رے تیری بے نیازی | یعقوبؑ کو مدتوں رولایا
یوسفؑ سے عزیز کو کئی سال | زندانِ عزیز میں پھنسایا
یاں[۱۰] شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب | ابلیس کو خاک میں ملایا
تجھکو ہی سزا ہے کبریائی | کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا
مومن کو[۱۱] بقا ہے بعدِ دیدار | کیا مژدۂ جانفزا سنایا
گو وصف ہے یومنون بالغیب[۱۲] | پر بندہ تو اس سے باز آیا

ق

یاں تاب کسے کہ خاک و خوں ہیں | بیتابیٔ شوق نے لٹایا
اللہ دکھا دے اپنا دیدار | اکشف[۱۳] بجمالک الغطایا
عظمت[۱۴] نے سجود کی فلک کو | گرد کرۂ زمیں پھرایا

۱۰ شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اوسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲

۱۱ اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے بعد زندگی دوام قرآن مجید سے ثابت ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت دیدار طالب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو لقاے ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مژدۂ جانفزا کہا ہے ۱۲

۱۲ مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب یعنی بے دیکھی چیز (جزا اور معاد) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲

۱۳ اپنے جمال سے پردہ اٹھا دے ۱۲

۱۴ سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرۂ زمین کے گرد سرگرداں پھر رہا ہے۔

وہ خاتم مرسلیں محمدؐ　　جس نے ہمیں شرک سے بچایا

جب بندہ ہے تیرا۔ تو رہا کون　ق　پھر لائقِ بندگی خدا یا

تو واحد و بے نظیر ہوتا　　تو حاکم و خالق برایا

تجکو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل　　یاں تک نقشِ دوئی مٹایا

یعنی[۱۵] وہ فنا ازل سے ہے اور　　اُس ذات کو کب زوال آیا

آؤ سے تری حمد کا تو ہم　　یہ حوصلہ ہیں کہاں سے لایا

کام آئی نہ شوخی خموشی　　دل کی تپشوں نے جب ستایا

ہوں[۱۶] بندۂ شورِ عجز اور راک　　ناکام کو کام سے لگایا

کیا جانئے[۱۷] ایسے بے زباں نے　　کس طرح یہ شور و غل مچایا

---

[۱۵] محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی مثل آپ ہے یعنے بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے کہ اس میں بھی دوئی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ یعنے خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے اور ذات باری عدم و زوال سے پاک

[۱۶] شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ منت پذیر ہے اس لیئے کہ اُس کی بدولت باوجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجز معرفت سے راہ معرفت پائی یہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

[۱۷] بے زبان سے مراد عجز اور راک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل سے مراد اُس کا ہنگامہ و جوش

معلوم[18] خرد کی نکتہ یابی — ہاں علم نے عقل کو گنوایا
لاعلم لنا[19] ہے یاد ہرچند — سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا
تھا دھیان میں عذر لایحیطون[20] — جب سینہ میں دم ذرا سمایا
کیا صعب گذار ہے رہ حمد — جبریل کا پاؤں لڑکھڑایا
چکر میں ہے عقل عرش اعظم — اس نے بھی مگر تجھے نہ پایا
مرغانِ[21] دراز اجنحہ کو — اس اوج نے خاک پر گرایا
ہے جزو ضعیف[22] جوہر عقل — عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

[18] ظاہر ہے کہ علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے مگر حمد کے میدان میں جسقدر علم حاصل ہوتا ہے اسیقدر عقل کی حیرت بڑھتی ہے۔ پھر اوس سے کشود کار معلوم۔

[19] آیۂ لاعلم لنا الا ما علمتنا (ہمیں کچھ علم نہیں بجز اوسکے جو تونے بتایا ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنے عجز معرفت کے جوش نے مجھے اس آیت کا سب مفہوم بھلا دیا۔

[20] لایحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء (بندے اُسکے علم میں سے کسی شے پر احاطہ نہیں کرسکتے بجز اُسکے جو وہ چاہے) جب تپش ٹھکانے آئی تو معرفت سے قاصر ہونے کا یہ عذر سمجھ میں آیا کہ وہ خود فرماتا ہے لایحیطون الخ۔

[21] دراز اجنحہ بڑے بازووالے یعنے فرشتے۔ نور حیرت در شب اندیشہ روشن ساختی تو۔ بس بجا بود مرغ عقل از آشیاں انداختہ (عرفی)

[22] عرفان الہی کی فکر و نظر نے جوہر عقل (روح القدس) کو اسقدر گھٹا دیا ہے کہ وہ بھی جزو ضعیف (انسان) کی طرح اپنی عاجزی کے معترف ہیں۔ اور میں اس اعتراف عجز میں اُن کا ہمزبان ہوں۔ گویا مجھ کو جزو ضعیف ہوکر اونکی ہمزبانی کا شرف محض عاجزی کی بدولت نصیب ہوا۔

[ق]

ہیں روحِ قدس کا ہمزباں ہاں — یہ مرتبہ شعر نے بڑھایا
مومن ہے زبانِ عرضِ احوال — میں نے تجھے بے خرد جتایا
رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھو — کیا ابرِ کرم ہے سر پہ چھایا
اللہ غمِ بتاں میں یک چند — بے فائدہ جان کو کھپایا
یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے — ہاروت کو چاہ میں پھنسایا
سمجھا نہ کہ ہے یہ رہِ خطرناک — دین و دل و عقل کو لٹایا
حاصل نہ ہوا سوا ندامت — کس تخم کو خاک میں ملایا
کی گریے نے کتنی آبیاری — دریا مری چشم سے بہایا
گرداب مرے ڈبونے کو تھا — جو قطرہ کہ خاک پر گرایا
ہر حلقۂ دامِ آرزو نے — طوقِ لعنت مجھے پنھایا
دل گرمیٔ شوقِ شعلہ رو نے — کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا
گہ ساقیٔ سرخ لب کے غم نے — خونِ نابِ دل و جگر پلایا
ہم بزمیٔ ماہ وش نے گاہے — جوں بدرِ سحر تلک جگایا
بتخانہ کو رشکِ کعبہ سمجھے — گر شوق نے گردِ کو پھرایا
تھا شورِ فداک[۲۳] جا بہ لبیک — اُس دشمنِ دیں نے گھر بلایا

۲۳ فداک = تجھ پر فدا ہوں۔ لبیک کے معنے ہیں میں حاضر ہوں لبیک اُن الفاظ میں سے ہے جو مناسکِ حج میں کہے جاتے ہیں۔

کرتے رہے شکر بخت بیدار — ساتھ اپنے صنم نے گر سلایا

بوسہ جو دیا ذقن کا گویا — سیب خلدِ بریں کھلایا

بے خبری کہہ یا جس کی — تھی واجب و فرض اُسے بھلایا

روٹھا کوئی نازنین ستمگر — سوگند دروغ کھا منایا

کتنی ہی قضا ہوئیں نمازیں — پر سر کو نہ پاؤں سے اُٹھایا

گل پیرہنوں کی آرزو نے — اکثر خز و پرنیاں[۲۴] بچھایا

آیا نہ کبھی خیال حج کا — لوا سو بار گو کھنچایا

نیت ہی تھی توڑنے کی گویا — گر اُس نے نماز میں ہنسایا

افسوس شکستِ صوم کا ہے سو — یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا

واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی — کتنا ہی عذاب سے ڈرایا

ہر چند کہ قول ناصحوں کا — کچھ تلخ نہ تھا ولے نہ بھایا

توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو — توبہ ہی پہ زور آزمایا

اللہ مرے گناہ بے حد — وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا

ہے عام خطاب یا عبادی[۲۵] — اس نے تو کچھ آسرا بندھایا

---

۲۴ خز و پرنیاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے

۲۵ ٹکڑا ہے پوری آیت کا جسکے معنے ہیں اے میرے گناہگار بندو میری رحمت سے مایوس نہ ہو وہ آیۂ کریمہ یہ ہے یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۵

عالم میں نہ ہووے گا وگرنہ | مجھسا کوئی منکر السّجایا [26]
کیونکر نہ ہو تیری آس تو نے | افلاک کو بے ستوں تھمایا
اُس دام سے مجھکو تو چھڑادے | داؤد [27] نے جس میں دل پھنسایا
دل زلف سے ہو رہا تو جانوں | زندانِ فرنگ سے چھڑایا
وہ عشق دے جس کا نام اسلام | وہ شیوہ نبیؐ نے جو بتایا
وہ نعرہ علمہٗ [28] بحالی | جس نے کہ اُس آگ کو بجھایا
کچھ آب زنی کرے نہیں تو | ق | سر نارِ جحیم نے اُٹھایا
مجکو بھی بچالے جیسے تو نے | یوسفؑ کو گناہ سے بچایا
وہ رفعت حال دے کہ جس نے | منصور کو دار پہ چڑھایا
اُوسکا مرے دل پہ ایک پرتو | جس شعلہ نے طور کو جلایا
مومن کہے کس سے حال آخر | ہے کون ترے سوا خدایا

[26] منکر السجایا بری عادتوں والا۔

[27] اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے ایک لشکری کی بیوی کو دیکھ کر اُسکی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اُسکے شوہر کو جہاد میں بھیجا کہ شہید ہو جائے چنانچہ اُسکی وفات پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآن شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

[28] علمہٗ بحالی (حسبی عن سوالی) اُسے خود میری حالت کا علم ہے سوال کی کیا حاجت۔ سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پرسش حال کے وقت کہا تھا جب آپ آگ میں ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے یہی آتش نمرود مراد ہے آب زنی یانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب[1] مانوس — کہ جیسے صبح شبِ ہجر نالہائے خروس

ہے اسطرح فرح انگیز کوکوئے قمری — کہ جیسے فوج مظفر میں شورِ غلغلِ کوس

نوائے طوطیِ شکرفشاں کی لذت سے — سماع و رقص میں اہلِ مذاق جوں طاؤس

غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط — بہارِ[2] لالہ و گل سیمیائے عرضِ شموس

صفا[3] سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم — کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس

رہے[4] فریبِ صفا-خاک بیز سے گلچیں — پڑے جو وسعتِ گلزار میں گلوں کے عکوس

ہجومِ سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی — زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سندوس

---

۱ طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے، یعنی مانوسِ طرب (مسرت انگیز) = خروس = مرغ۔

۲ لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں بیشمار سورج نظر آرہے ہیں سیمیا = علم نیرنجات یا شعبدہ بازی۔ عرض کے معنے پیش کرنا اور شموس جمع ہے شمس کی = سورج۔

۳ اسقدر وفورِ صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔

۴ صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں تو دھوکے سے گلچیں انکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی بجائے [illegible] ڈالتا ہے۔

۵ [illegible]

ہوئی ہے سقفِ فلک مانعِ قد افرازی [6] — وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس
ہے کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگِ راہِ نسیم — بنا ہے شبنمِ گل آبگینۂ فانوس [7]
خزانہ خاک میں ہر سنگدل ملاتا ہے — زبسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس
نوید مالکِ گلزار کو۔ کہ زر کی جگہ — ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنج دقیانوس [8]
یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا — مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملبوس
چمن کی خاک سے گلگونہ اب بنا لیے ہیں — شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس
خمیدہ شاخ سے یوں تک گل جھکتا ہے — کہ جس طرح بھڑک اُٹھے مشعلِ منکوس [9]
پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں — کہ سن کے بس جیسے رہ گیا ہے سن ہی بلبلِ طوس [10]

[6] بید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اوتنا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے، مومن کی مراد یہ ہے کہ اگر سقفِ فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بجائے اس الٹی ترقی کے آسمان سے بھی اُونچا نکل جاتا۔

[7] فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت بہار کا یہ عالم ہے کہ شیشۂ فانوس شبنمِ گل معلوم ہوتا ہے لہذا مانعِ نسیم نہیں ہو سکتا۔

[8] دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے۔ جو اصحابِ کہف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

[9] مشعل منکوس۔ الٹی مشعل۔

[10] بلبل طوس فردوسی طوسی۔

مطلع ثانی

زباں لال کہاں اور مج تاج خروس ۔۔۔ گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس
ہزار داغ ہو پرواے آفتاب کسے ۔۔۔ پرستش گل خورشید میں ہے گرم مجوس
شگفتہ تر ہے چمن روضۂ جنت سے ۔۔۔ ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
خلل پذیر رطوبت ہوا دماغ بہار ۔۔۔ عجب کہ سبزہ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

۱۱ زبان لال گونگی زبان - تاج خروس - ایک سرخ پھول کا نام ہے جسے کلغہ بھی کہتے ہیں - شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروس ہے یا تاج کاؤس کا لعل جو زمین پر گر پڑا ہے - کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ -

۱۲ مجوس (آتش پرست) بجاے خورشید کے گل خورشید (سورج مکھی) کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (رشک) کیوں نہ ہو اسکو پروا نہیں -

۱۳ عبوس = ترش رو - صومعہ نشین زاہد کے ترش رو ہونیکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بہار باغ جنت کہیں زیادہ دلفریب ہے اس سبب سے زاہد کو جو جنت کا مشتاق تھا گراں گذرتا ہے -

۱۴ کابوس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نزلی کی وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار کا دماغ موسم کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کابوس میں مبتلا ہو جاے سبزہ کو اسکی افتادگی کی وجہ سے خوابیدہ کہنا شعرا کے یہاں عام ہے -

ہے دشتِ بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے [15] — نہ کیوں ہو شکلِ حماری کو نازِ شکلِ عروس

ہوائے سیرِ چمن زار کی وہ مستی ہے — کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

عجب نہیں مے گلرنگ کی ہوس ہے اگر — خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس

مزاجِ دہر میں یہ اعتدال آیا ہے — کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس [16]

عجب نہیں کہ بسانِ مگس عسل اُگلے — گر ان دنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس [17]

نمو کا معجزہ صلِّ علیہ پھر گندم [18] — ہوائے جنبشِ غربال سے بنے ہے سبوس

رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں — کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس [19]

قبائے گل سے گر اطلس کو دیجئے تشبیہ [20] — سیاہ پوش جُعَل ہو درونِ ماتمِ سوس

---

[15] شکل حماری اور شکل عروسی اقلیدس کی دو شکلیں ہیں۔ شکل عروسی باعتبار کثرتِ نتائج مدد دینے میں شکل حماری سے زیادہ ہے۔

[16] الکیموس ہضمِ ثانی کو کہتے ہیں جو جگر میں ہوتا ہے۔ صالح الکیموس = وہ غذا جس سے خون زیادہ مقدار میں پیدا ہو۔

[17] ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ عسل۔ شہد۔

[18] قوتِ نامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ چھلنی کی حرکت کی ہوا سے بھوسی پھر گیہوں بن جاتی ہے۔ سبوس بھوسی۔

[19] افیوس ایک سیاہ پھل ہے جو بے حد مرطوب ہوتا ہے۔

[20] جُعَل گبریلا۔ سوس = ایک کیڑا جو ریشم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر قبائے گل سے اطلس کو تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ کے اثر سے سوس (جس کی غذا کیڑا تھا) اپنی غذا دیکھ کر بھوکوں مر جائے گا اس لیے اس کے ماتم میں گبریلا سیاہ پوش ہوگا۔ گبریلا سیاہ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعت حسنِ تعلیل آ گئی۔

قواے ناسیہ کو ناگوار ہے کتنا[۲۱] | کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوے کیلوس
ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب | کہ پشت ماہی پہ کھاے اشرفی ہیں فلوس[۲۲]
کہیں جہاں میں کائی نظر نہیں آتی | کہ صرف زنگرزاں[۲۳] ہو گئی بجاے ابوس
سرایت ہم آب وضو سے دور نہیں | جو سبزہ زار ہے ریش زاہد سالوس[۲۴]
بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر | زیادہ تر کرے سیلان خون گلِ شاموس[۲۵]
گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جاے | شمیم جامۂ یوسف کبھی نہ ہو محسوس
ہوا ہے بسکہ گلِ شمع بھی ہجوم عطر گیں | عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس
یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تاثیریں | کہ ہے پیاز[۲۶] کو لاف منافع بلبوس

---

۲۱ ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوس = ہضم اول جو معدہ میں ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ بدرجہ ہضم رابع تک منزلیں طے کرے بلکہ اوسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہونچ جاے۔

۲۲ فلوس مچھلی کے سنے۔ فلوس جمع پیسوں کو بھی کہتے ہیں اس لیے کھاے اشرفی سے تشبیہ دینا خالی از [illegible] نہیں

۲۳ صحیح لفظ زنگرز ہے رنگریز غلط ہے ابوس = زنگار

۲۴ سالوس = مکار

۲۵ گلِ شاموس = سنگ جراحت جسکی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روک دیتی ہے اور زخم کو خشک کر دیتی ہے

۲۶ موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی بلبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعوی ہے۔ بلبوس ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش — لغاتِ وَرد[۲۷] کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس

فسونگری[۲۸] دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ — کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلفِ عروس

صفات[۲۹] آئے جو آئینہ ہوا میں نظر — لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس

صدا الخلق ہے ملکر ہوا سے کیا ہو فرق — کہ بانگ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے — شکم میں خستہ[۳۰] کے نشو و نمائے اصل السوس

غریق[۳۱] آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں — کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دلِ مایوس

---

۲۷ قاموس (عربی لغت کی کتاب) میں لفظ ورد (گل سرخ) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے ہلنے میں فیض بہار سے عطر کی خوشبو دیتا ہے۔

۲۸ زلف عروس کی گرہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ جب نسیم بہار زلفوں کو چھوتی ہوئی گذرتی ہے تو غنچہ ہائے زلف نافۂ مشک کیطرح عطر آگیں ہو جاتے ہیں نسیم کو مشاطہ مانا ہے اور اوسکی اس طرفہ کاری کو جادو۔

۲۹ خواص و عوارض (صفات وغیرہ) وہ چیزیں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قایم ہوں۔ نفوس سے مراد جواہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قایم بذات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینۂ ہوا (لطافت کے باعث) اب اسقدر شفاف ہوگیا ہے کہ اوس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہوگئی۔ ۳۰ خستہ = بیمار

۳۱ میرا دل مایوس جو غنچہ کیطرح ناشگفتہ تھا ہوا کے اثر سے کھل گیا۔ اس احسان کی وجہ میں شرمندہ ہوں

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی ‏ ‏ دم مسیح کو ہے جسکی حسرت پابوس
شرف مدینہ کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہے ‏ ‏ جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس
جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اُسکا ‏ ‏ تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس[۳۲]
جو شمع بزم[۳۳] کہوں اُسکے روئے تاباں کو ‏ ‏ کتان و ماہ بنے نور شعلہ فانوس میں
وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا ‏ ‏ جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس[۳۴]
جہاں مطاع[۳۵] - شہنشاہ آفتاب نشاں ‏ ‏ فلک سریر - قمر طلعت و ملک ناموس
سیاہ چشموں[۳۶] کو مشکل نگاہ دزدیدہ ‏ ‏ یہ اوس کے حفظ سے ہے ملک عدل میں محروس
نگاہبانی عصمت سے وہ رواج حیا ‏ ‏ کہ چار چشم نہوں نرگس و ادافیوس[۳۷]

۳۲ دختر طیموس = زلیخا - شعر میں استفہام انکاری ہے -

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں جائے کتان پارہ پارہ ہو جاتا ہے - شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے روئے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جائے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلۂ شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتاں کا -

۳۴ معاد نفوس - مخلوق کا عالم آخرت کی طرف لوٹنا - ۳۵ جہاں مطاع = جسکا جہاں فرمانبردار ہو

۳۶ کشور عدل میں حضورؐ کا اسقدر انتظام زبردست ہے کہ چوری تو بڑی بات ہے - سیاہ چشموں (معشوقوں) کو نگاہ چورانا بھی دشوار ہے

۳۷ ادافیوس - ایک قسم کا پھول جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں چار چشم ہونا دوچار ہونے کے معنے میں استعمال ہوا ہے -

سنتے ہے دورِ عدالت میں اوسکی شیرِ عریں[۳۸] | شباں کی ضربتِ بیجا سے نالشِ جاموس
کرم میں وہ دن اوسے نیساں سے کس طرح تشبیہ | کروں میں جان کے کیونکر ترقی ہو معکوس
ق
کہ جسکی بخشش یکروزہ کو دفا نہ کریں | ہزار سالہ گہر بار سے قلزم[۳۹] و قاموس
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع | جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے[۴۰] ہی فیض سے ہر قطرہ آبیارِ عجوس | ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زارِ شموس
ہمیشہ عفو ترا طالب گنہ گاراں | مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس
ترے[۴۱] حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں | ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کفِ افسوس
تری غلامی کی دولت سے خاکِ پا بلال رض | سفیدہ[۴۲] رخِ فغفورِ چین و خسرو روس

---

۳۸ آپ کے مبارک عہد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگر چرواہا بھینس کو مارتا ہے تو وہ شیر سے نالش کرتی ہے ۔ عریں = جنگل ۔ بن ۔ ۳۹ ۔ قلزم = سمندر ۔ قاموس = سمندر

۴۰ عجوس = برسنے والا بادل ۔

۴۱ دوزخ کے جلنے کی حسن تعلیل یہ بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے یک گونہ نسبت ہے ۔ اسوجہ سے اوسکے مقدر میں جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کفِ افسوس ملتی ہے ۔ شعلوں کے باہمی تصادم کو کفِ افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

۴۲ سفیدہ = پاؤڈر ۔

خمیدہ کس لیے نہ آسماں بنے تجھے بھلا
نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

بہائیں دیتی ہے ماہی دفینہ ہائے زمیں
یہ بڑھ گئی ترے سکے سے قدر فلوس[43]

ہے احتساب ترا مانع لباس حریر
نہ پھینک دیوے کہیں چرخ اطلس[44] ملبوس

ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آ کر
نہ نکلے معبد ترسا میں نالۂ ناقوس

بہ مے کو بھی جہاں سوز[45] نے جلایا ہے
کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں
نہ آسماں کے واژوں رہے مدام کئوس[46]

فریب وعدہ پہ چھوڑی ہے تو نے جھوٹی قسم
سنا زبسکہ زباں سے تری وعید غموس[47]

---

[43] فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنے پیسہ کے ہیں اور مچھلی کے سفنے کو بھی کہتے ہیں یہاں اس لفظ میں ایہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکہ رائج کی قدر و قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماہی زمیں بیش بہا دفینے دینے کو تیار ہے۔

[44] اطلس = جامہ ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اس پر کواکب نہیں ہیں۔

[45] حضور کی جہانسوز (جہان کی جلانے والی) ممانعت کا یہ اثر ہوا کہ شراب جسکی آپکے امتناع نے منا ہی کردی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فانوس شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

[46] کئوس جمع ہے کاسہ کی بمعنے پیالہ۔

[47] غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شرع میں عذاب کی وعید آئی ہے۔

دمِ مصاف ترے دشمنوں کے لشکر میں ‏ صدائے نوحہ و شیون ہے شورِ طبل کوس

دو نیم ہوں نہ تری شمشیر کے تصور سے ‏ لبالب ساغرِ خورشید کا سرہائے رؤس (۴۸)

ملا دے گاوِ زمیں کا دمِ چرخ سے نیزہ (۴۹) ‏ بٹھا دے خاک پہ شیرِ سپہر کو دبوس

اگر کہے نہ عدو یا محمدؐ و علی ‏ صفیرِ مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس (۵۰)

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے ‏ کہ تا بہ حشر جلے رہتے ہیں مانندِ مجوس

براق اسپ ترا ابر و سے فرشتہ رکاب (۵۱) ‏ کہاں ہو چشمِ بصیرت جو پائے تجھ ممسوس

نہ جس کے دھیان میں مضمونِ قابِ قوسین آئے (۵۲) ‏ وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا قربوس

۴۸ رؤس جمع ہے راس کی یعنی سر

۴۹ دبوس گرزِ آہنی یعنی جہاد میں حضور کا نیزہ گاوِ زمین اور گا چرخ (برج ثور) کو ایک ساتھ پیوست کر لیتا ہے اور آپ کا گرز شیرِ سپہر (برج اسد) کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

۵۰ الکوس ایک پہلوان کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

۵۱ ابر و سے فرشتہ رکاب = وہ گھوڑا جس کے لئے فرشتہ کا ابر و رکاب کا کام دیتے۔ ممسوس چھوا ہوا۔

۵۲ قاب قوسین = دو کمانوں کا فاصلہ۔ حضورؐ سرورِ عالم کے قربِ معراج کی طرف اشارہ ہے یعنی جس کی سمجھ میں ماہیت قربِ معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور ہر ایک کا فصل دیکھ لے۔ قربوس = زین کے سامنے کا اٹھا ہوا حصہ جس پر کمان رکھی جاتی ہے جسے اسکو اردو میں ہرنا کہتے ہیں۔

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں — نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعت بسوس[۵۳]

ترے خیال سے اصحاب کہف کو یہ چین — وگرنہ خواب کہاں اور زمان دقیانوس

ظہور میں یہ ہوئی قدر ہم ابنیاء کہ نہ تھا — ترے وسادہ[۵۴] و دولت پہ احتمال جلوس

شہا ستم ہے کہ تیرے بہیچ خواں ہو کر — ہزار گونہ ستم روزگار نا مانوس

کچھ انتہا بھی کہ اک بیکسی و دوری جاں کی — ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں — نہ تاب لائے دل سخت تر از پیالوس

جفا کو آئے مری دل شکستگی پہ رحم — بلا کرے مرے احوال زار پر افسوس

ملے ہیں خاک میں کیا کیا سے فنون و علوم — خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منحوس

حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر — کرے معارضہ[۵۵] سرِ دفتر عقول و نفوس

طبیب[۵۶] وہ ہوں کہ ہو سوز سینہ بلبل — نظارہ رخ گلفام سے مجھے محسوس

---

۵۳ بسوس بنی اسرائیل کی ایک منحوس عورت کا نام تھا جسکے شوہر سے تین دعاؤں کے مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اوسنے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۵۴ وسادہ = تکیہ مسند۔

۵۵ اگر مجھ سے سر و فتر عقول و نفوس (عقل کل) مقابلہ کرے تو اُسکے حواس جاتے رہیں

۵۶ گل فام (معشوق گلعذار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور گل کے تصور سے سینہ بلبل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

جو ہوں معالجِ مبطوں تو قابضِ ارواح[۵۷] | کرے دعائے رواجِ طریقِ جالینوس
درم ہو چارہ گر قبض تا بدستِ لئیم[۵۸] | کیا ہو میں نے جو تجویز وزنِ مغزِ فلوس
کروں جو گردشِ انجم کی میں سندی | فدا ہو وجد میں آکر روانِ بطلیموس
گواہ عصمتِ مریم ہو کثرتِ اولاد[۵۹] | عقیمہ مجھ سے سنے گر بیانِ شکلِ عروس
طلسمِ ماہ[۶۰] لکھوں گر پئے زباں بستن | بنائے مہرِ دہنِ چرخ نقطۂ جاسوس

۵۷ مبطون = وہ مریض جسکو اسہال کی بیماری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو معدہ کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۵۸ اگر میں کسی مریض کے لیے مغز فلوس (املتاس) ایک درم (وزن) تجویز کروں تو اُسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجائے کہ وہ بخیل کے ہاتھ کا قبض یعنے بخل تک دور کردے۔ مغز فلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۵۹ شکل عروس = اقلیدس کی ایک کثیر النتائج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بانجھ عورت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہو جائے۔ اور صاحب اولاد ہو۔ گویا اُسکے کثرت اولاد دیکھکر دُنیا کو حضرت مریم صدیقہ رضی کے بطن سے حالت دوشیزگی میں سیدنا عیسیٰؑ پیدا ہوئے) کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ۶۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اوسکے خواص میں دشمن کی زبان بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطۂ جاسوس تک میں آسمان مُہر دہن کا اثر پیدا کردے۔ نقطۂ جاسوس = وہ نقطے جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیے لگا دیتے ہیں

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو ۔۔۔ پڑھوں جو میں پئے دوریٔ دعائے بدر[61]طوس
جو میری نثر کے دیکھے لآلیٔ[62] منثور ۔۔۔ اُٹھائے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس
بفرض[63] گر کرۂ خاک کو کہوں دائر ۔۔۔ شکستہ اسپ گلی ہووے پیشتاز فروس
فنونِ نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ ۔۔۔ طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس[64]
مرے کلام ثریا نظام کا منکر ۔۔۔ وہ تیرہ روز جو برجیس[65] کو کہے منحوس
جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی ۔۔۔ شریک درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس[66]
دئے ہیں میرے حسد نے زمیں ہزاروں داغ ۔۔۔ روا ہے باندھئے گر عندلیب کو طاؤس

---

[61] ایک دعا ہے جو دو شخصوں میں جدائی کے لیئے پڑھی جاتی ہے زہرہ و خورشید کا اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنے معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ ۶۲ لیے پروے ہوئے موتی۔

[63] بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا شکستہ گھوڑا بھی جاندار گھوڑوں سے آگے نکل جائے۔ ہیئت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فروس جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

[64] مٹا ہوا۔ ۶۵ برجیس = ستارۂ مشتری جسکو سعد اکبر کہتے ہیں۔

[66] نکتہ پرور طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی) اور اپنے بخل سے خجل ہو اور فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار لہذا در دل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش [۶۷] دیکھ کے رنگینی سخن کا مری	حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس
خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس سخن	کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس
ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر	ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت [۶۸] و بوس
مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد	رہین داغ عدو کا رہے دل مایوس

۶۷ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور خوبی۔ مدروس - پھٹا پرانا۔

۶۸ بوس = شدت غم۔

(۴۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں جیئے کیونکر
ملک الموت ہے ہر ایک بشر

دادخواہوں کے شور سے دیکھو
چونک پڑتا ہے فتنۂ محشر

آئینہ نے بھی اس زمانہ میں
تیغ کے سے نکالے ہیں جوہر

[1] آتش لعل شعلۂ جانسوز
آب نیساں ہے ایک بدگوہر

جسکو دیکھو سو مایۂ بیداد
کیا ہوا گر نہیں ہے سیم یا زر

ذکر انساں سے دیو مجنوں ہو
آدمی سے پری کو آئے حذر

[2] ہے پئے اشتیاق ویرانی
شاہ فرہاد بے ستوں کشور

نہ امیروں کو پاس بندیِ عدل
نہ رعایا مطیع و فرماں بر

---

[1] انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے شعلۂ جانسوز کا اثر رکھتا ہے۔ اور آب نیساں (جو موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہو گیا ہے آتش لعل سے لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بنا پر شعلۂ جانسوز کہا ہے نیساں اور بدگوہر کی رعایت مخفی نہیں۔

[2] عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی آبادی کے بجائے ویرانی مدنظر رہتی ہے گویا بادشاہ فرہاد ہیں اور اُن کا ملک بے ستون۔ بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرہاد نے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ فرہاد ایک مزدور تھا جسنے شیریں (ملکہ ایران) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہو رستمِ زماں کا خطاب | جو کرے قتل خُرد سالہ پسر
کمترین[3] خانہ زاد طعنہ زن | طرزِ حرفِ ملامتِ مادر
ہیں گدا بر غرورِ شیرویہ[4] | بکینہ جو کیا ہے خونِ پدر
چمن آرا کو رسمِ پیرائش | اک بہانہ ہے بہرِ قطعِ شجر
دشمنِ[5] جانِ عاشقاں دیدار | گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر
خاص وہ مایۂ دل آشوبی | جسکا بیمارِ غم نہ ہو جاں بر
وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو | رحم گر آئے نیم بسمل پر
وہ۔ نہ لی جسنے حال کی میرے | مرگیا۔ کہ بھول کر بھی خبر
وہ کہ مومن[6] کی ضد سے مومن ہو | یہ گر اُسکے لئے بنے کافر
ہائے مجھ سا عزیز ہو یوں خوار | حیف خورشید زیرِ خاکستر

---

[3] ذلیل سے ذلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں اپنے بچے کو ملامت کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

[4] شیرویہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جسنے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرکے حکومت حاصل کی تھی۔

[5] محبوب کا دیدار بجائے جانفزا ہونیکے عشاق کا قاتل ہے گویا اسکی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژہ خنجر کا۔

[6] کافر معشوق کو مومن سے اسقدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اسکی خاطر کافر بنتا ہے تو معشوق اسکے جلانے کو مومن (صاحبِ ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نا انصافی ۔۔۔ مہِ اوجِ کمال فالِ اختر[7]
اوسے دینا تھا رحم نوشابہ[8] ۔۔۔ مجھے دی تھی جو عقل اسکندر
اوسے بلقیس گر بنایا تھا ۔۔۔ میں بھی زیبندہ تھا سلیماں فر
زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوسے ۔۔۔ مجھے لازم تھی شاہی معجر
یاں بھی ہوتی کلاہِ زریں گو[9] ۔۔۔ تھی جو واں سر پہ گوہریں چادر
ملک پرویز چاہیئے تھا مجھے ۔۔۔ اوسے شیریں خشم کیا تھا اگر
روتے ہیں تیری جان کو ظالم ۔۔۔ ایک میں کیا کہ سارے اہلِ ہنر
سینہ صافوں کو سلکِ مروارید ۔۔۔ نہ ملے جز سرشکِ دیدۂ تر
لبِ رنگیں بیاں ہے اور خوں ناب ۔۔۔ تیرہ باطن ہے اور مئے احمر

---

[7] فال اختر = بد نصیب۔

[8] نوشابہ ملک بردع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکندر قاصد بنکر گیا تھا۔ اور بعد کو نوشابہ نے سکندر کو پہچان کر اوسکا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ آیندہ شعروں میں ملک سبا کی ملکہ ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان ہوکر حضرت سلیمانؑ کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

[9] کلاہِ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنڈی لگی ہو۔ گوہریں معجر = موتیوں کا مقنع۔

قاضیٔ[۱۰] مشتری کمال سے ہیں ۔۔۔ ہندوانِ زحل شیم بد تر

منشیانِ[۱۱] عطارد آسا کو ۔۔۔ نورِ خورشید سوزِ حسرتِ زر

صدرِ[۱۲] انجم شناس سے تاباں ۔۔۔ مہِ کامل کی طرح داغِ جگر

ہوس[۱۳] خوشہ سے بسانِ مغاں ۔۔۔ عید خورشید روزِ شہریور

من[۱۴] و سلوا کباب مے آلود ۔۔۔ زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر

---

۱۰ قاضی مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سا کمال رکھتے ہوں۔ مشتری (برجیس) ایک سعد ستارہ ہے جسکو قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی خصلت رکھنے والے (کیواں) ایک نحس ستارہ ہے جسکو ہندو فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چھٹے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر۔

۱۱ عطارد جیسا رتبہ رکھنے والے منشیوں کو نورِ خورشید تو کہاں میسر ہاں زر کی حسرت میں جلنا نصیب ہے۔ عطارد ایک ستارہ ہے جسکو منشی یا دبیر فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زر کی باہمی مشابہت ظاہر ہے۔

۱۲ صدر = سینہ۔ انجم شناس = نجومی۔

۱۳ شہریور = کوار کا مہینہ۔ اس ماہ میں آفتاب برج سنبلہ میں (جسے فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہِ شہریور محض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لئے عید کا حکم رکھتا ہے اور لوگ آفتاب پرستوں کی طرح اوسکی خوشی مناتے ہیں۔

۱۴ من و سلوا = ترنجبین و بٹیر جو غیب سے بنی اسرائیل کے لیے بھیجے جاتے تھے زاہد بھوکا [illegible] ہو گئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو من و سلوی کی طرح نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

باکے الزام دست خالی سے — فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر
آب[۱۵] و ناں کے لیے گرو رکھیں — رستمانِ زمانہ تیغ و سپر
شعرا[۱۶] کو یہ آرزو ہے شعیر — خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر
کام آئے نہ نغمۂ شیریں — طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر
سروران سپہر مرتبہ ہیں — بسکہ جاہل نواز دوں پرور
کھا گئے[۱۷] وہ سرمۂ صفاہاں — ق — جیسے نکلے کمالِ نورِ بصر
دیکھے نرگس حسد سے جانبِ گل — خوردہ بیں ہو گئے ہیں اہلِ نظر
واعظوں کی زباں پہ آتا ہے — برملا شکوۂ قضا و قدر

---

۱۵ آب کی رعایت سے تیغ اور ناں کی مناسبت سے سپر کا لفظ لانا خالی از لطف نہیں

۱۶ شعیر = جَو - نیم خوردۂ خر - گدھے کا جھوٹا یعنے بچا ہوا کھانا - خوان عیسیٰ سے مراد وہ خوان نعمت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا -

۱۷ سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بیٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہل ہنر جن کو کمال اصفہانی ایسا شاعر نور بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عمداً سرمہ کھا لیتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے - اور بے ہنری کے لباس میں جا کر جاہل پرور امیروں میں رسوخ حاصل کریں نور بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے - واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا - اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے -

بن[۱۸] دنداں سے کھائے نالِ قلم — خوش نویسوں میں جو ہے سر دفتر
کیے مفتی سوال کو واجب — کسب مفقود جو ہوئے یکسر
خاک[۱۹] اوڑاتا ہے پشت آئینہ — دیکھکر زرنگار۔ آئینہ گر
بھلے بھولے ہیں بے خرد کیا دور — بید مجنوں بھی گرلے آئے ثمر
سختی و کاہلی کی دولت سے — دامنِ کوہ میں ہیں لعل و گہر
باندھتے ہیں سخن سرا موزوں — کس طرح ہو نصیب سرو کو بر
جامِ[۲۰] نمرود کا فسانہ کہیں — چارہ فرمائیے علاجِ سہر

---

[۱۸] نالِ قلم = قلم کا ریشہ = سر دفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جائے گا۔

[۱۹] آئینہ گر پشت آئینہ کو زرنگار دیکھکر خاک اوڑاتا ہے کہ میری قسمت میں اتنا بھی زر نہیں ہے

[۲۰] سہر = بیخوابی = نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ اوس پر بطور عذاب ایک مچھر مسلط کیا گیا تھا جس نے نمرود کے دماغ میں داخل ہوکر اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام نمرود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکما نے نمرود کے لیئے سات طلسم تیار کیئے تھے۔ اون میں ایک حوض بھی تھا نمرود اور اوسکے درباری اوس میں شراب وغیرہ دوسری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ ہے کہ افسانہ سننے سے نیند آجاتی ہے مگر تدبیر کی نارسائی دیکھیئے کہ نمرود کا فسانہ تجویز کیا

سنکے لَا یَحْتَسِبُ کا مژدہ ہوا [۲۱]	کافروں کو بھی گونہ گونہ خطر
جب نہ تب والضحیٰ [۲۲] پڑھے ہے امام	مقتدی تا سنیں فلا تنہر
قدردانی کا نام ہی نہ رہا	چند ناداں ہوے ہیں نام آور
اک امیر سخن شناس نہیں	لاکھ ہیں شاعرِ ثنا گستر
کہیے گر بادشہ کو عرش سریر	کہے سپہری بلا کو ہو چکر
صدر ارسطو کہے سے مانے ہرا	حکما کو سنا جے کا فر
اے لب بادہ گو سے ہرزہ درا	بس کہاں تک یہ ناستودہ سمر [۲۳]
کب تک شکوۂ جفائے فلک	تا کجا طعنۂ قمر جاکر [۲۴]

[۲۱] وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اوسکے لیئے گذارہ کی صورت پیدا کر دیگا اور اوسکو ایسی جگہ سے رزق دیگا جہاں اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کریگا خدا اوسے کافی ہے) مطلب یہ ہے کہ جب متقی لوگوں کو جناب الٰہی سے یہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو بمقتضائے الدنیا جنت الکافر (دنیا کافر کے لیئے جنت ہے) اس بےفکری کی زندگی بسر کر رہے تھے خطرہ پیدا ہوگیا اور اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ہماری عیش و تنعم اہل تقویٰ کے مفاد پر قربان نہ کر دیا جائے۔

[۲۲] فلا تنہر جز ہے پوری آیۂ کریمہ کا۔ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سائل کو نہ جھڑک) آیت سورۂ والضحیٰ میں ہے

[۲۳] ناستودہ سمر = بیہودہ افسانہ [۲۴] قمر جاکر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنی جاکر قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک دور قمر مانا گیا ہے۔

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام ۔۔۔ ایسی باتوں سے خامشی بہتر
پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی ۔۔۔ حبذا حبذا کہیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزنِ زر[۲۵] ۔۔۔ ہونٹ سینے دے گر نصیحت گر
جو مری سُن لے میں بھی اُسکی سنوں ۔۔۔ کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر
کیا کہوں جی پہ کیا گذرتی ہے ۔۔۔ یہ ستم کس کو آسے گا باور
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں ۔۔۔ یار ہو بخت یا فلک یاور
ہے یقیں یہ کہ خاک ہی میں ملے ۔۔۔ آرزوئے وصالِ سیمیں بر
نکلے ارمان کیا کہ نکلے ہیچ ۔۔۔ نالہاے شب و فغانِ سحر
دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم ۔۔۔ گر نہ ہو روے التفات ادھر
تابِ رخسار و تیرہ روزی سے ۔۔۔ وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر
نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا ۔۔۔ نہ کوئی مجھسا عاشقِ بے زر
وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم[۲۶] ۔۔۔ رکھے مستوجب کرم کو مگر
مانعینِ زکات ہیں اغیار ۔۔۔ ق ۔۔۔ یا وا یامِ نصفتِ سرور

[۲۵] نصیحت گر = ناصح یہاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیئے باوجود مفلسی سونے کی سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

[۲۶] حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنہوں نے فرضیت زکات سے انکار کیا تھا یہ واقعہ [illegible]

مسند آرائے محفلِ تقدیس | اوّلیں جانشینِ پیغمبر
خاکساری پسند عرش مقام | آدمی صورت و فرشتہ سیر
مُلکِ دل سریرِ جاں خرگاہ | شاہِ دیں تاجِ معدلت کشور
سینہ سرشارِ مہرِ یزدانی | چشم لبریزِ جلوۂ محشر
لب وہ آبِ حیات جسکے لیۓ | تشنہ کامِ صد آرزو کوثر
آرزوِ پابوس میں ہے خورشید[27] | ذروۂ اوجِ پایۂ منبر
چرخ[28] و آشوب دور میں اُسکے | جوشِ یاجوج و سدِّ اسکندر
کیا گنے کوئی خوبیاں اُس کی | اک سخاوت شمار سے باہر
لکھیے اُس ہاتھ کو جو پنجۂ مہر | ذرہ پاوے رواجِ خردۂ زر
ذکر میں اُس کی جودِ پیہم کے | مبتدا ایک ہے ہزار خبر
خاک بیز اُس گلی کا ڈالے ہے | خاکِ مذکور گنجِ قاروں پر
ہم بہا[29] اُسکی درفشانی سے | تارِ اشکِ یتیم و سلکِ گہر

[27] خورشید ممدوح کی قدمبوسی کی خواہش رکھتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایۂ منبر تک پہونچنا اُسکے لیئے اعلیٰ درجۂ شرف ہے۔ ذروہ = بلندی۔ آفتاب کا شرف اُسوقت ہوتا ہے جب وہ برج حمل میں جاتا ہے

[28] چرخ بجائے مصدرِ آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے ہے جس طرح سدِّ سکندری قوم یاجوج کے جوش کو۔ یاجوج ماجوج دو مفسد قومیں تھیں جن کے روکنے کے لیئے سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار بنا دی تھی۔

[29] آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا ہم قیمت کر دیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات — مُلکِ خاقان و حشمتِ قیصر
کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے — پنجۂ خور کو اُس کا دست نگر
خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے — بھولے عاشق حکایتِ دلبر
دم بھرے اُسکے کوے دلکش کا — باغ جنّت میں بھی نسیمِ سحر
بسکہ ہے کین و دشمنی اُسکی — قدر کاہ و بہا شکن تکسیر
ق
ربط[۳۰] سے زخمہائے اعدا کے — قطرۂ خوں ہو مشک بارِ دگر
رافت[۳۱] اُسکی ہو جب ضعیف نواز — آب ہو جائے شرم سے عنبر
حسب[۳۲] اُولُوا الفضلِ منکم اے حاسد — اُسکے حق میں ہے کہے یہاں داور

۳۰ جو ممدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ کے دشمنوں کے زخموں پر (زخم صاف کرنے کے لئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور ناچیز قطرۂ خون بن جاتا ہے۔ مشک ہرن کا خون ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد منجمد ہو کر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۳۱ عنبر مشہور خوشبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ضعیف ہوتا تو ممدوح کی نگاہ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت

۳۲ وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى (الآیۃ) (تم میں سے بزرگی اور مقدرت والے اپنے قرابت والوں کو دینے دلانے کی قسم نہ کھالیں) یہ آیت حضرت صدیق رض کے حق میں نازل ہوئی تھی جب اُنھوں نے اپنے ایک قرابت دار بدری صحابی کا وظیفہ اُن کی خطا پر ناراض ہو کر بند کر دیا تھا۔

فضیلت میں کیا سخن ہے یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر

حکم سے اسکے بے سروساماں سر جم سے اتار دے افسر

اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلع ثالث

اے مسیحا دم روان پرور زندگی بخش دین پیغمبر[32]

گرمیِ التفات سے تیری خشک ہو عاصیوں کا دامن تر

ہے سراپا[33] تو مہرۂ تریاک تجھ کو کیا نیش مار سے ہو ضرر

ہے ترے خار جیب کا قصہ شتریانِ[34] حسود کو نشتر

تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری پست کاشانہ ہے فلک منظر

قصرِ جاہ و جلال میں تیرے فخر کیواں ہے پاسبانیِ در

ذرۂ خاکِ در کی تابش سے جل گیا مہر آتشیں پیکر

[33] ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیق اکبر کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جس میں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا حاصل ہوئی۔ مہرۂ تریاک جو سانپ کے زہر کو دور کرتا ہے۔

[34] ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہ خدا میں اپنا تمام گھر بار لٹا دیا جسم ڈھانکنے کے لیے صرف ایک کمبل رہنے دیا جسکو کھلنے کے خیال سے کانٹوں سے سی لیا تھا۔ شتریانِ حسود = حاسد کی رگ۔

گر تری پے رضا کرے گردش — ٹوٹ دوالاب چرخ کا محور

ماجرا سن کے تیغ کا تیری — الاماں الاماں کہیں کافر

ذکر کرنے زبان کٹتی ہے — کیا بیاں کیجے تیری خنجر

دیکھ کر گرز خاردار ترا[۳۵] — ہو زرہ فرق خصم پہ مغفر

تیری چین کمند دلکش کا — دم بھرے جو نہ ہے دم اژدر

کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے — قلعہ چرخ پر ترا لشکر

کہ ہے قدسی گہر ملک فطرت — ق — جیش منصور میں ہر ایک بشر

تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گر — پڑے جو دریا پہ [illegible] آذر

دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف — ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر

خط نصف النہار[۳۶] ہو محسوس — گر فلک کو عدو بناوے سپر

دور نصفت[۳۷] میں تیرے فتنہ کا — پاس اصحاب کہف کے بستر

---

۳۵ مغفر (خود) زرہ بن جاتا ہے یعنی زرہ کی طرح اس میں سوراخ پیدا ہو جاتے ہیں۔

۳۶ خط نصف النہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو ڈھال کی جگہ کام میں لائے تو خط نصف النہار (باوجود خط موہوم ہونے کے) محسوس ہونے لگے گویا آسمان کی ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔

۳۷ اصحاب کہف چند خدا پرست لوگ تھے جو دقیانوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ آکر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے جس میں وہ اب تک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپ کے انصاف کی وجہ سے فتنہ و فساد معدوم ہو گیا گویا اصحاب کہف کے پاس سو رہا ہے۔ کہف - غار

تو وہ عادل کہ ذکر کسریٰ میں | عدل کی تجھ سے داد چاہے عمر
نرد بازوں کو عہد میں تیرے[38] | ششدر جہت جیسے مہرۂ ششدر
وزد چوری سے جی چراتے ہیں | گو نہ ہووے ذرا مقام خطر
فتنہ سازوں کو وہم فتنہ نہیں | دل ترا ہے جو کا شغف مضمر
بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے | کف مار سیہ سے احمر
خم وا خزوں فلک سبو سے تہی[39] | دور بگذشتہ گردش ساغر
عیب جو خوردہ بیں کا یہ احوال | دو بہر کو فلک نہ آئے نظر
ذکر ہیں انتظام حق کے ترے[40] | مترادف ترحم و کیفر
خوف عصمت سے تیرے آئے جو پاس | شمع پروانہ کے جلادے پر
لکھے گر ہے تیرا استحق بالفرض | صفحہ سے محو ہو خط مسطر

---

[38] چونکہ آپ کا احتساب لہو و لعب سے مانع ہے اسلئے نرد (چوسر) کھیلنے والے مہرۂ ششدر کی طرح حیران ہیں اور اُن کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ مہرۂ ششدر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے ہیں جو پیچ ہو جائے اور چھٹوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے۔

[39] آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اُٹھ گیا اسلئے شراب کا خالی سبو چرخ واخزوں کے خم کا حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش گزرا ہوا دور سمجھا جاتا ہے یعنی سبو الٹ دیے گئے ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے۔

[40] آپ کے انتظام برحق میں انعام و پاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ کسی کو سزا بھی دیتے ہیں تو دراصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں۔

زر و سیم نثار کردہ ترا   ہے عروس زمانہ کا زیور
میں اب کر دعا کہ سنتا ہے   تیری تقریر گوشِ دل سے اثر
جب تلک گردش سپہر سے ہے   انتسابِ حدوثِ نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام   تیرے اعدا ہمیشہ فال اختر
جب تلک اس تیرہ خاکداں میں ہے   کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غول صحرائی   تیرے پیرو ہوں پیشوا سے خضر
نیکخواہ اور خوبیِ دارین   بد سگال اب سے خوار تا محشر

---

(۱۳) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کسی کی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل[۱]   تو بوالہوس کا بھی ہرگز کبھی نہ چھوٹے دل
تم اور حسرتِ ناز آہ کیا علاج کروں   میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
اب کیا حورِ بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں[۲]   کہ برہمن ہوں تو رد کردۂ بتانِ چگل

۱۔ اسلیے کہ میری مشکل کی گرہ محبوب کے خمِ زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب جو ہوس کا غلام ہے عشق کا بندہ نہیں۔

۲۔ میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے منہ نہیں لگاتے۔ جب یہ حال ہے تو حورِ جنت کا وصال معلوم = چگل۔ ترکستان کا ایک حسن خیز شہر۔

وہ شوخ برق عناں خاک میں ملا دو ہے
اگر ہو حسرتِ دنبالہ گردیٔ محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا
غضب ہے شوقِ رسائی و دوریٔ منزل

میں کیونکہ[۳] مطربۂ مہر وش کو رام کروں
چلے نہ زہرہ پہ زنہار جادوئے بابل

مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور
بلائیں ہوں[۴] شبِ یلدا میں چرخ سے نازل

مزہ[۵] ہے وصل کا ہجراں سے پیشتر لینے
گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بیگناہ و لے خوں بہا معاف کیا
کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہ ہو قاتل

خدا سے ڈر بتِ بیدرد یہ ہے کیا انصاف
کہ تو جفا سے نہ ہو اور وفا سے ہوں میں خجل

جو[۶] سیکھے فتنہ گری رنجِ عشق سے یاجوج
نہ ہو سکے کبھی سدِّ سکندری حائل

یہ کیا غضب ہے کہ تم کو تو ربط غیر سے ہو اور
مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پذیر ہو میرے غبارِ دل سے تو زنگ
فنا ہے آئینہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

---

۳ کیونکہ = کیونکر۔ یہ ایک بے سرو پا افسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پہ عاشق ہونا اور پھر اس مطربہ کا آسمان پر ستارہ بن کر اڑ جانا بیان کیا جاتا ہے۔

۴ یہ نحوست اسلیے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے۔ شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات۔

۵ ۔ ہجر کے بعد اگر وصل میسر ہو تو بیسود۔ پھول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل۔

۶ اگر قوم یاجوج عشق سے فتنہ گری سیکھ لے تو سدِ سکندری بھی اسکو نہ روک سکے۔

میں اپنی کشتیٔ طوفاں رسیدہ سے خوش ہوں ۷ کہ بحرِ عشق میں کام نہنگ ہے ساحل

وصالِ غیر کے طعنوں سے ہی جلا اُس کا کہاں وہ گرمیٔ صحبت کہ خود ہوا ہے خجل

نئی طرح سے میں کرتا ہوں ابتدائے غزل عدو بھی چاہیے اس زمزمے کے ہوں قائل

مطلعِ ثانی

دل اب کی بار ہوا ایسی بے جگہ گھائل کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل

فغاں کہ دلبرِ خودکام سے پڑا ہے مجھے کام حصولِ کار ہے بیکار دوستی بے حاصل

وہ تند خو کہ اگر جور سے پشیماں ہو تو پھر عذر کرے ناز ہائے تاب گسل

وہ پُر فریب کہ ہووے لبش تغافلِ ناز ۸ ہمیشہ حالتِ عاشق سے گر رہے غافل

وہ سخت گیر کہ رہوے نہ طاقتِ جنبش تو ہم جانِ غمِ عشق کو کہے کاہل

وہ بیوفا کہ مکر جائے جاں شکستن تک ۹ کرے جو وعدۂ روزِ جزا دمِ بسمل

---

۷ گویا عشق کے دریا میں لقمۂ نہنگ بننا ساحلِ مقصود پر پہونچنا ہے - یا ساحلِ مقصود پر پہونچنا لقمۂ نہنگ ہونے کے برابر ہے - بہرحال شعر میں محبت کی ایذا پسندی پر زور دیا گیا ہے -

۸ معشوق کی ادائیں اسقدر عاشق فریب ہیں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور اِدھر دل کو تغافلِ ناز کا گمان ہوتا ہے - تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود ایک گونہ التفاتِ نہانی کا پتہ دیتا ہے -

۹ اُس کے وعدے اسقدر کم دیرپا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق) کی جانکنی کے وقت قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم ٹوٹنے تک فوراً مکر جاتا ہے -

وہ شمعِ انجمنِ نازہا ہے حوصلہ سوز — جو سمجھے خواریٔ مشتاق رونقِ محفل

وہ جنگجو کہ اگر سہہ سکے رشکِ دشمن بھی — تو بیحیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل

وہ بے نیاز کہ لیلیٰ بھی گر رکاب میں ہو — نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پسِ محمل

وہ بے شعار و طرحدار دلربا جس سے — امیدِ وصل خطا۔ ترکِ آرزو مشکل

وہ شوخ بے سبب آزار و سنگینہ خونریز — کہ جرمِ[1] قاتلِ عثمان کا نہ ہو قائل

وہ نکتہ داں[11] کہ تقیہ کو اصلِ دیں کہتا — دمِ شکایتِ عاشق ہو جفا سے خجل

وہ دور بیں[12] کہ خدا پر کرے بداثبات — نہیں ہے غیر بس اعتماد کے قابل

وہ کج ادا صنمِ خود پسند کافر کیش — کہ جسکے زعم میں باطل حق اور حق باطل

وہ فتنہ گر بتِ عہد ناشناس ناانصاف — جو فرضِ عین سمجھے کینۂ دلِ عادل

امامِ اہلِ تقیہ شہریارِ کشورِ عدل — امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مقتل

[1] حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہلِ مصر کی بغاوت کے باعث ۳۵ھ میں شہادت پائی۔

[11] محبوب ایسا نکتہ داں ہے کہ جب عاشق ظلم کی شکایت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی جسے ستم سمجھتے ہو یہ در پردہ کرم ہے۔ اور جسے جفا کہتے ہو اصلاً وفا ہے گویا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد ہے مصلحت پر مبنی ہے تقیہ۔ کسی خوف سے امرِ واقع کے خلاف اظہار کرنا۔

[12] بداء۔ کوئی فیصلہ کر کے اُس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیر (رقیب) قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اُس پر اعتماد ہے اسلئے غیر کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بداء ثابت کرتا ہے جس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ جب خدا یا نعوذ ثبوت بدا قابلِ اعتقاد ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بلند پایہ عمر جسکے قصرِ رفعت کا — گدائے خاک نشیں بنائے آسمان منزل
جو شمس شمسہ[13] قصر اسکا ہو تو ہندسہ داں — کریں نہ مدخلِ ظل سے تمیز مخرجِ ظل
شہِ سریرِ خلافت سپہرِ کمال — محیطِ ابرِ نوال و سحابِ دریا دل
وفورِ بذل و کرم یوں پکارے کہتا ہے — کہاں ہے معن[14] کریم اور حاتم باذل
یہ احتساب[15] کی اسنے نئی نکالی راہ — ہوا وفورِ سخاوت سے مانعِ سائل
حسابِ[16] دفترِ احسان کا اسکے مشکل و سہل — کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدِ فاضل
جو ہوئے تلخیِ خصمِ لئیم سے تشبیہ — کوئی بلید[17] تو سقمونیا نہ ہو مسہل

۱۳ شمسہ = چھتری اور برجیاں قرص جو کلس میں لگی ہوتی ہے۔ اگر سورج کو ممدوح کے محل کے شمسہ ہونے کا شرف میسر ہو تو پھر سورج کی روشنی نصف النہار کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو اور سایہ کا پتہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز ناممکن ہوگا۔

۱۴ معن = عرب کا ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ باذل = سخی۔

۱۵۔ احتساب = شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی ممدوح نے احتساب کا یہ نیا طریقہ نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

۱۶ حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مدِ فاضل ہی شمار کرنی ہے اور مشکل یوں ہے کہ محض اسی ایک مد میں آپ نے اسقدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

۱۷۔ یا یہ کہ ممدوح کے دشمن کی تلخی کے سامنے سقمونیا کی تلخی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ سقمونیا: ایک کڑوی دوا جو مسہل میں دی جاتی ہے۔ بلید = کند ذہن۔

رہے نہ بیم خسوف[18] اور نہ احتمالِ ہبوط — جو اُسکی رائے سے ہو مستضئی مہِ کامل

معاندو۔ جو کہا خاتمِ رسالت نے — کہ تیرے[19] بعد نبوت کے تھا عمرؓ قابل

یہی خلافتِ راشد کی اُسکو بس ہے دلیل — یہی امامت برحق کی اُسکو بس ہے سجل

بڑھا[20] یہ پایۂ الہام رائے صائب سے — کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل

یقیں کہ راہنمائی ہے پیروی اُسکی — نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہے دیوِ مضل[21]

مثال عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط — کہ بُت پرست کہاں فارقِ حق و باطل

رواجِ حُسنِ عمل تیرے دور میں یہ ہوا — کہ گفتگو[22] میں بھی مرفوع ہو گیا فاعل

یہ جوشِ خانۂ کفار کی خرابی کا — کہ خود گرائے کلیسا کو راہبِ خامل[23]

۱۸۔ خسوف = گہن۔ ہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقررہ سے پستی کی طرف آنا۔
مستضئی = روشنی حاصل کرنے والا۔

۱۹۔ ترجمہ ہے حدیث شریف لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ کا۔ سجل = فرمان۔

۲۰۔ مختلف امور میں ایسا ہوا کہ جو مشورہ عمر فاروقؓ نے سرورِ عالم کے حضور میں پیش کیا اُسی کے مطابق وحی الٰہی بھی نازل ہوئی۔

۲۱۔ مضل = گمراہ کرنے والا یعنی شیطان۔ اسمیں اشارہ ہے حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ کیطرف

۲۲۔ آپ کے عہد میں حسنِ عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہو گیا۔ مرفوع کے معنی ہیں صاحب رفعت و بلندی۔ نیز وہ لفظ جس پر رفع (پیش) ہو۔ عربی گرامر میں قاعدہ ہے کہ فاعل پر رفع ہوتا ہے۔ فاعل اور مرفوع میں ایہام ہے۔

۲۳۔ راہب خامل = درویش گوشہ نشین۔ راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد — کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک بھی مرے باذل

وہاں صلہ میں نعیم جناں کی ہے امید — اگر ہو لطف ترا میرے حال کے شامل

وحیدِ عصر ہوں میں یا عقلِ اولیں کی طرح[27] — فرید دہر ہوں میں صفحۂ زماں پہ سجل

یہی صلہ ہے جو ممدوح مجھکو زیبا تھا — یہی سخن ہے جو مداح تھا ترے قابل

یہ وہب[28] ہے کہ مناجات کبریا جو کروں — تو انصتوا کہے ذاکر سے عابد شاغل

سنے جو شوق شب وصل مجھ سے ماہ لقا — کبھی نہ گردش ایام[29] ہو سکے فاصل

مری بیاض ہے وہ انتخاب کے نقطے — سپند[30] جیسے ہوئے گرد ان بیاں کے تل

جہاں ہو ذکر مری دانش آفرینی کا — سفیہ[31] ہے وہ جو بہلول کو کہے عاقل

اگر پڑے مرے پیک خیال کا سایہ — گرا دے شاہ سواروں کو ہو کے راجل[32]

۲۷- وحید = یگانہ - فرید = یکتا - عقل اولیں = حضرت جبرئیل جنکو عقل کل بھی کہتے ہیں - سجل = نامہ جری مجاز آنجبوت -

۲۸- وہب = بخشش - مراد بخشش غیبی ہے - انصتوا = خاموش ہو جاؤ

۲۹- میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر معشوق مہ جمال شب وصل کا اشتیاق میری زبان سے سُنے تو جدائی کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اسکے درمیان حائل نہ ہو سکے جب تک نگاہ مہ لقا کی یہ شوق سنتا رہے شب وصل کا باقی رہنا ظاہر - یہاں مہ لقا کی لفظ سے خاص فائدہ لیا ہے

۳۰- سپند = اسگند جو نظر بد کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے -

۳۱- سفیہ = بیوقوف بہلول ایک ولی کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر بظاہر دیوانہ بنے رہتے تھے -

۳۲- راجل = پیادہ -

مرے کلام سے ہیں گو نہ گو نہ فائدہ مند — ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل
یہ فیض[۳۳] دیکھ کہ اپنی خطا سے ہو آگاہ — گر اعتراض کرے کوئی حاسد جاہل
یہ معجزہ مرے سحر حلال[۳۴] کا کہ ہے کفر — ہر ایک سبب جلت میں جادوئے بابل
زحل پرست جو میری عزیمت منظوم — پڑھے تو لخلخۂ مشک ہو دخان مقل
اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور — زمین میکدہ بے ابر آذری[۳۶] ہو گل
ہے فرق لفظ جدید اور معنیٔ نو میں — نہ کیونکہ حیب مرے آگے ہو فصیح وائل[۳۷]

۳۳ اگر مجھ پہ کوئی حاسد جہالت سے اعتراض کرتا ہے تو اپنی خطا پر مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے موجن اسکو بھی اپنا فیض بتاتا ہے کہ معترض کے جہل کو علم سے بدل دیا۔

۳۴ سحر حلال = شعر جو باعجوہ جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ کالا شیاء تعرف باضدادھا حلال اور کفر کا مقابلہ واضح رہے۔

۳۵۔ اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا ہوا منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو بن جائے قاعدہ ہے کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں۔ عزیمت = منتر مقل = گوگل

۳۶۔ ابر آذری = وہ بارش جو پوس کے مہینے میں ہو۔ مہاوٹ

۳۷۔ فصیح وائل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سحبان بن وائل ہے اُس میں یہ کمال تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایکبار بولتا پھر مکرر نہ کہتا۔ یعنی وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معانی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں مومن	میاد طعنۂ طول مقال سے مُبطِل[38]
خموش تا بکجا لاف ہائے بے معنی	خموش تا بکجا تُرہاتِ[39] لاطائل
دعا پہ ختم سخن کر کہ شور آمیں سے	اُٹھا بٹھائیں گے فردونکو عرش کے حامل
نصیبِ[40] روزِ جزا جب کرے نزولِ جلال	زمیں پہ چرخ سے تختِ شہنشۂ عادل
موافقوں کو بہشت و ترقیِ درجات	مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ اسفل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

ہے یہی حسرتِ دیدار تو مرنا دشوار	دم شماری کی مری عمر ہے یا روز شمار
بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ	رازِ دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار
دور اتنے رہے محرومیِ قسمت سے کہ ہم	سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتانِ فرخار[1]
دیکھ اتنا میں ترے عشق میں رسوا کہ ہوئے	جلوہ گر مہرگیا[2] دشت سے لے تا کہسار

۳۸- مبطل = باطل کرنے والا کنایہ ہے مخالف سے۔

۳۹- ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس۔

۴۰- اس جملہ میں تختِ شہنشہ عادل فاعل اور نزولِ جلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے۔

۱- فرخار ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے۔ یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور رہے کہ انکو معشوقانِ فرخار سمجھے۔

۲- مہرگیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں۔ اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلائق ہو جاتا ہے۔

ہے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا ۔۔۔ سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار

دھوم ہے تابشِ خورشید قیامت کی مگر ۔۔۔ مجھ سے اللہ نہ پوچھیگا عذابِ شبِ تار

دردِ سر میری شکایت نہیں ہیہات کہ ۔۔۔ بزمِ دشمن میں جو مے پی تھی سبو اسکا ہے خمار

تاب بھی دیکھ کر اس بت کی تجلی نہ رہی ۔۔۔ میری قسمت میں نہ تھا ہائے خدا کا دیدار

پہنے تو غیر کے بھیجے ہوئے کنٹھے افسوس ۔۔۔ دستِ گل خوردہ مرا ہو نہ گلے کا ترے ہار

خاک ڈالی ہے جو سر پر تو اسی کوچہ کی ۔۔۔ یوں میں دیوانہ ہوں پر کام میں اپنے ہشیار

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے ۔۔۔ میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

سیر کو باغ میں وہ شاخِ گل آجائے اگر ۔۔۔ سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرقِ چنار

۱ - سمجھے یہ سبب قتل ہوتے دیکھ کر رقیب کی آنکھیں کھل گئیں - اور اُس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایک دن یہی انجام ہونے والا ہے - گویا میری خاک مزار اُسکی آنکھوں کا سرمہ بن گئی -

۲ - تابش خورشید قیامت کی بڑی دھوم ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذاب شب تاریک ہجر نہ پوچھے گا ورنہ اس عذاب (تابش خورشید) سے کیا نتیجہ - یعنی خورشید محشر کی دھوم جب ہی ہے کہ میں عذاب شب تار بیان نہ کروں -

۵ - یعنی اگر اس امتحان میں پورا اُترتا تو شاید آخرت میں بھی دیدار الٰہی کی تاب لا سکتا - اُمید جو بہشتی [illegible]

۶ - دست گل خوردہ = وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو -

۷ - اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آجائے تو اُسکے سامنے قمری سرو و شمشاد کو بھی ایسا ہی حقیر سمجھے جیسے چنار کو - قمری کا عشق سرو شمشاد سے مشہور ہے -

ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں
ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جامِ سرشار

پرسشِ گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے[۸]
ہائے جو دشمنِ جاں تھا اُسے جانا دلدار

بے وفا بوالہوس اور آپ ستمگر سچ ہے
نہ تمھارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار

کیا ترا تیر مرا تشنۂ خوں ہے ظالم
واں سے آتا ہی کیے بازدہانِ سوفار

گور کا ذکر ہوسناک سے کر اے واعظ
مجھ کو اُس بت کے سوا اور ہے کیا ہے سروکار

میرے[۹] سینہ پہ قدم زور سے مت رکھ ظالم
ہاں نہ چبھ جائیں کہیں پاؤں میں دل کے خار

کس کی دل گرمی بچانے والا یاں جی کو
کہ ہے خاکسترِ گلخن مری خاطر کا غبار

پہلوئے خُم میں نہ جا بیٹھے یہ خمار لیے ساقی
ہوں میں خمیازہ کشِ حسرتِ آغوشِ کنار

بات میری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں
وہم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشقِ زار

غیر کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے
یہ نہ سوچا کہ پڑے ہے کوئی زیرِ دیوار

نورِ خورشید سے ہے جرمِ قمر کی تابش
مے سے ہو کیوں نہ فزوں حسنِ رخِ بادہ گسار

بیمِ رسوائی اور اندیشۂ بدنامی سے
کیا کروں کر نہ سکا وحشتِ دل کا اظہار

۸۔ زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی۔ مرنے کے بعد پرسشِ گور کا خوف کھائے جاتا ہے۔ مردہ
ہم فکرِ قیامت وارد چو آرمیدن چہ قدر دشوار است۔

۹۔ یہ مومن کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقے سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اس میں اپنا فائدہ سمجھے۔ مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمھارے پاؤں میں کانٹے نہ چبھ جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا۔ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں (دیوانِ مومن)

تجکو دکھلادوں تماشا میں جنوں کا اپنے | آ رہے کوئی پری وش جو ترے قرب و جوار
دیکھتا ہے ترے ابرو کیطرف یوں مہِ عید | جسطرح سوئے ہلالِ رمضاں بادہ گسار
تنگ ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا | واں نکالینگے جہنم سے مجھے اہلِ دیار
شاد و شاد آئے عیادت کو مری آخر تم | ایسے بیماروں پہ کرتا ہے کوئی جان نثار
اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم | کیا کریں یوں ہی نکالینگے دلِ زار کا غبار

مطلع ثانی

نیک نامی نہ سہی مجھکو ہے تم سے سروکار | چھوڑ دوں آج وفا گر ہو وفا سے بیزار
آ گیا لب پہ دم اور بات نہ پوچھی تم نے | بوسہ دینے کا اسی منہ سے کیا تھا اقرار
کس ادا سے مجھے کہتا ہے کہ حیواں ہو تم | چھیڑنے کو جو کہا میں نے اسے گلرخسار
گر تمہیں صحبتِ اغیار سے پرہیز نہیں | ہم بھی کچھ چارۂ آزار کریں گے ناچار
سچ ہے مفلس کو نہیں عشق کی لذت [illegible] | [illegible]
وہ چلے محفلِ دشمن میں جو ہو شمع لقا | مجھکو چھیڑا نہ کرو تم سے کہا ہے سو بار

۱۰۔ یعنی مہ عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ اہلِ دیار کو میری صحبت سے تنگ و شرم آتی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو بیاد رہا حاصل ہے کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دینگے۔ یہ مومن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام اہلِ دیار کے قاتل کو ایک امر طے شدہ قرار دیتا ہے۔

پائے خُم ہی تھی سزاوار ۔ نہ پہنا تو نے[۱۲] — محتسب کے سرِ ناپاک پہ اپنی دستار

رنج کے بعد ملوں کیا ۔ کہ رہائی معلوم[۱۳] — ہاتھ آ جائے جو صیاد کے رنجیدہ شکار

فائدہ وصل ہو سنا کس سے؟ وہ بات کرو — جس سے ہر دم مجھے رنجش ہو نہ تم کو آزار

کیا کہوں قصۂ طغیانیٔ دریائے سرشک[۱۴] — دیکھ لو آئینۂ چرخ ہے زیرِ زنگار

رشک[۱۵] وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے — نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار

نقدِ جاں اپنی تجلّی کی نہ کہنا قیمت — صبحِ محشر کہیں بن جائے نہ روزِ بازار

کیا ہو گر اُس کے ستم روزِ جزا بھی نہ کھلیں — میں نے واعظ سے سُنا ہے کہ خدا ہے ستّار

دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا — تھا سپہرِ ستم ایجاد کہاں کا مرا یار

پھر وہ نت مری نظروں میں ہیں انداز ترے — آج کل کچھ نگہِ لطف ہے سوئے اغیار

آپ دیکھا نہ سُنا اور سے ۔ پر جھوٹ نہیں — تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں نہ کرنا انکار

۱۲۔ اس شعر میں کمال شوخی و رندی سے کام لیا ہے۔ کہتا ہے کہ محتسب نے چھین کر میری دستار باندھ تو لی مگر اُسکے سر پہ پھبی نہیں ۔ اصل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خُم ہی ہے۔ پائے خُم = خُم شراب کے نیچے ۔ سر و پا کا مقابلہ ظاہر ہے۔

۱۳۔ اب اس رنجش کے بعد میں معشوق سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا شکار (مومن) دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رہائی محال ہے۔

۱۴۔ میرے آنسوؤں کا دریا بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا تھا۔ ثبوت یہ ہے کہ اب تک آئینۂ چرخ زنگ آلود ہے اسی بنا پر آسمان کو اخضر یا سبز کہتے ہیں۔ قاعدہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے زنگ آجاتا ہے۔

۱۵۔ رقیب فرشتہ (معصوم) ہی کیوں نہ ہو تاہم میرے رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک الموت کی طرح قاتل نظر آتا ہے۔

اے [illegible] چاہیے مومن کی فراست حاذر
کیا نہیں تو نے سنا قصۂ شاہِ ابرار

سو ہیں زیب دہِ صدرِ خلافت عثمانؓ
جسکی مسند کے حسد سے فلکِ اطلس خوار

لطف سے اسکے زمیں غیرتِ باغِ فردوس
خلق سے اسکے زبان نافۂ دکانِ عطار

اسکے احسانِ فراواں کا جو مذکور چلے
کم ہو مستعمل تقریر بجائے بسیار

قلزمِ جود کا وہ جوش کہ پانی پانی
آگے خطہائے کفِ دست کے موجِ انہار

ق

آتشِ مہرِ حمل کو نہ بجھا دیوے کہیں
شعلۂ رشک سے جلتا ہے سحابِ آزار

بیرِ رومہ کی حکایت میں کہا رضواں نے
سلسبیل اسکے ہے دریائے سخاوت کا کنار

کرہ آب ہو گر قطرۂ عمّانِ ہمم
صدفِ چرخ کرے شکوۂ طغیانِ بحار

---

۱۴۶ — حدیث میں حضرت عثمان کے حق میں آیا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (مومن کی فراست و دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی کے ذریعہ سے دیکھتا ہے)

۱۴۷ — سورج موسم گرما میں برج حمل میں ہوتا ہے اسلیے مہر حمل کہا ہے۔ سحاب آزار چیت کے مہینے کا بادل۔ مہر حمل کی تابش کو فرو کرنا سحاب آزار کا کام ہے لیکن ممدوح کے قلزم جود کے جوش سے آتش مہر حمل کے بجھ جانے کا اندیشہ ہے اس بنا پر سحاب آزار کو رشک پیدا ہوا۔

۱۴۸ — بیر رومہ مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے جو سیدنا حضرت عثمانؓ نے حضور سرور کائنات کے کہنے سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور جنت کی بشارت کے مستحق ہوئے تھے۔

۱۴۹ — اگر پانی کے کرہ کو آپ کے دریائے ہمت کے قطرہ کی برابری میسر آ جائے تو اسکا طوفان اسقدر بڑھے کہ صدف چرخ بھی طغیانی کے شکوہ گذار ہو۔

دشتِ[20] یاقوت فشاں ہووے لبِ جو وہ اگر
کوہِ سیلاں پہ ہنسے خاک تقاضائے گلزار

کرم[21] اُسکا ہوا گر پایہ فزائے اعداد
ذروۂ عرش کو بھی صفر گنے حدِّ شمار

ذکرِ بخشش میں پڑے جھڑتے ہیں منھ سے موتی
مدح خواں کے ہے ہر اک صلہ بخشش از اشعار

اُسکے تمکین سے اگر کوہ کو دیجے تشبیہ
ہے یقیں شعلۂ[22] جوالہ کو آجائے قرار

نظرِ لطف سے گر چارہ گرِ عاشق ہو
کرے حیرت سے بدل[23] نرگسِ چشم کو بیمار

اُسکے دروازہ کے سُکّان کا آرام تو دیکھ
ہو گیا دشمنِ[24] بسمل کو تڑپنا دشوار

شرطِ ایمان ہے پیمانِ خلافت اُس کا
وہ مسلمان ہی کیا جسکو ہوا سمیں انکار

۲۰۔ باغ میں لبِ جو جس جگہ بیٹھ کر آپ اپنے یاقوت فشاں ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیز ہونے میں کوہ سیلاں سے بھی سبقت لے جائے۔ کوہ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت بکثرت نکلتا ہے۔

۲۱۔ اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھادیں تو محاسب عرش کی بلندی کو بھی صفر شمار کرے۔ صفر = خالی یا ہیچ اور اصطلاح حساب میں معنی اُس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس گنی بڑھا دیتا ہے۔

۲۲۔ شعلہ جوالہ = گھومنے والا شعلہ جو پتھر سے نکلتا ہے۔ تمکین = وقار - بردباری۔

۲۳۔ چشمِ معشوق بجائے نرگس کے حیرت میں مبتلا ہو جائے یعنی بیمار کے بدلے حیران کے نام سے موسوم ہو۔

۲۴۔ اُس امن و عافیت کے حریم میں ممدوح کے زخمی دشمن کو تڑپنا محال ہو گیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں دشمنِ مجروح کی کرب و اذیت اور بڑھ جائے گی۔

ق

قصۂ بیعت رضواں میں اشارہ ہے یہی[25] ورنہ کوئی نہیں ہمدست رسولِ مختار

احتساب اُسکے سے ہے گو محفلِ کفار بھی ہو[26] ذکرِ تحریمِ مزامیر کرے موسیقار

گل ہوا ہم سے پھر غنچہ کہ تھا ہمدستِ جام دیکھ کر باغ میں مستانہ صبا کی رفتار

جب تلک فتویٰ برجیس نہو کیا مقدور[27] کہ کوئی کام کرے یہ فلکِ ناہموار

توڑ دیں سبحۂ زاہد کے لیے یوں ہندو ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنار

کاٹ لے ہاتھ ہی پہلے وہ اگر دزد حنا[28] اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار

اُسکی تلوار کے آہن کا گر آئینہ بنے زرد تر چہرۂ عاشق سے ہو رنگِ رخِ یار

25- بیعت رضوان سے وہ بیعت مراد ہے جسمیں رسول مقبولؐ (روحی فداہ) صحابۂ کرامؓ سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی - اور وہ اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان اور بخشش الٰہی کے مستحق ٹھہرے تھے - اس موقع پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جو رسالت کے کارِ خاص سے مکہ مکرمہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی جانب سے ہے۔

26- آپ کے دورِ احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزامیر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ موسیقار ایک پرندہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے -

27- فلک کج رو بھی آپ کے زمانہ میں برجیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

28- واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے - شعر میں جان چرانے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے -

سعیِ روشن و مضمون بلند اور متین — سامعیں کو ہے اگر مطلعِ نو پر اصرار

مطلعِ ثالث

اے شہِ عرش سریر و مہِ خورشید عذار — درِ دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار

توسنِ چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ — کلبِ جبار[29] سے نسبت سگِ در کو ترے عار

سائلوں کا ترے کوچہ میں دمِ فیض ہجوم — جیسے گلزار میں ہنگامِ سحر جوشِ ہزار

جل رہے ایسے ہیں دن بھی نہیں کیوں گریاں — ترے حُسّاد کے احوال پہ ہے شمعِ مزار

صرصرِ عاد سے غالب ہے کہ جنبش نہ کرے — وہ ورق جس میں رقم ہوں ترے اوصافِ وقار

جاکے جنت میں بھی رہتی ہے ترے در کی ہوس — ورنہ مرغانِ[31] اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار

بحرِ ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے — فیضیابِ نمِ تاثیر اگر ابرِ بہار

ق

موسمِ گل میں سیہ مست جواں تائب ہو — روزِ باراں میں کرے پیرِ مغاں استغفار

دلِ روشن[32] نے ترے بسکہ کیا تھا حیراں — صرف آئینہ ہوا خاطرِ حاسد کا غبار

۲۹- کلب جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے -

۳۰- نہیں = ورنہ

۳۱- مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے - طیار = اُڑنے والے

۳۲- آپ کے دلِ روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کر دیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اُسکا دل آئینہ ہو گیا - اور اُسکے غبارِ خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام دیسکے یعنی دل حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے - غبارِ خاطر کنایہ ہے کدورت اور کینہ سے روشن اور آئینہ اور حیران میں مراعاۃ النظیر ہے - قاعدہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو جلا دیتے ہیں -

شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو | اُٹھ گئی تیرے زمانہ میں یہ رسمِ آزار
آتیہ بے صرفہ[۳۳] میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں | کب ہوا ایسے شریروں کو ترے بزم میں بار
مقتبس ہیں مہ و خورِ ہالۂ درخشاں[۳۴] سے تری | ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار
راکب[۳۵] جزمِ ترا ناقۂ صالح پہ رواں | رائضِ عزمِ ترا دوشِ ملائک پہ سوار
گنبد کیا چرخ ترے حلم کے چوگاں کے لیے | لامکاں کیوں نہ ہو پر تنگ بہت ہے مضمار[۳۶]
شکرِ افسانۂ یوسف ترے ایام میں گرگ | غمِ تہمت میں ہوئے جلنس سے اپنی بیزار
سنبل خود دھڑے ہیں گل کے لیے کرپائی | کرے تعمیرِ مکاں کا جو ارادہ معمار
پایۂ[۳۷] عرش پہ ہو کیوں نہ غلافِ اطلسِ چرخ | پوششِ ساقِ نبی تیری حیا سے ہے ازار

۳۳- آتیہ بے صرفہ = بیکار ہوس۔

۳۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن ضمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسی وجہ سے اُن میں یہ خاصیت آ گئی کہ منجم کو اُن سے اسرارِ کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۳۵- آپ کے ارادہ کی پختگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پر سوار ہو۔ اور آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رائض) سے تمثیل دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پر بیٹھا ہو۔ حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دی گئی تھی جسکے ہلاک کرنے پر کفار مورد عذاب ہوئے تھے۔ ۳۶- مضمار = گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۳۷- ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساقِ مبارک سے پیرہن سرک گیا تھا۔ متعدد صحابہ کیا رخدمت میں آئے اور آپ بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ اطہر پر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا کیا میں اُس سے شرم نہ کروں جس سے ملائک بھی شرماتے ہیں۔

۳۸ صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم — ہوئے قائل کہ تجلّی کو نہیں ہے تکرار

خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مِسّی — سُرخیِ لب کو چھپاتے ہیں بتانِ خونخوار

۳۹ اوجِ لاہوت کا ہے طائرِ اندیشہ کو شوق — واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار

اے شہِ پایہ فزا! اوج سرا کر تیرا — پستیِ بختِ نگوں سار سے ہو شکوہ گزار

ہووے فریاد رسا سمع خراشِ قادر — پھر ترحم - کہ ہے بے صرفہ - نہ آئے زنہار

طالعِ پست کی نسبت ہے مرے - وارُوں چرخ — بختِ تیرہ سے مرے - روزِ سیہ لوہ تار

۴۰ روزِ نیا حور دن اور رات شبِ یلدا ہے — دونوں نقطوں پہ ہے یوں سیریِ لیل و نہار

میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب — ۴۱ تو ثوابت سے گراں رو ہو بجز ہم سیار

۳۸۔ صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیات الٰہی کی تکرار نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے چہرۂ بے مثل کو (جو مظہر تجلیات ہے) دیکھ کر صوفیہ کو یقین ہو گیا کہ تجلی کو تکرار نہیں ہے۔ آپ کے جمال کا مثل دنیا میں نہ تھا۔

۳۹۔ لاہوت = عالم ذات الٰہی۔ طائر خیال کو اوج لاہوت تک پہنچنے کا شوق ہے صرف اسلیے کہ وہاں پہونچکر آپ کی بلندی منزلت کا حصار کسقدر نظر آتا ہے۔ یہ شاعر کا مبالغہ ہے کہ ممدوح کے حصار رفعت کو اوج لاہوت سے بھی بلند قرار دیا ہے۔

۴۰۔ روز نیا حور = ماہ تموز کے آٹھ روز جو نہایت گرم ہوتے ہیں۔ شب یلدا = سال کی سب سے بڑی اور تاریک رات۔ قاعدہ ہے کہ کبھی دن بڑا کبھی رات بڑی لیکن میرے حق میں دونوں جانب آفت ہے یعنی جتنا دن سخت ویسی ہی رات دراز۔

۴۱۔ یعنی ثوابت سے بھی سیارے سست چلنے لگیں مراد یہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں۔

فردۂ اوج سے برجیس کو رجعت ہو جائے [٤٢] / ثور میں زہرہ کرے مہر کے قِران سے انکار

تاکہ ہو جائے ہر آزار کا مصدر ایک ایک [٤٣] / سخت تحسین کو ہے دفع طبیعت پہ قرار

بندھے امید گر اک خوشۂ گندم کی مجھے [٤٤] / مہر تحویل سے ہو برج شرف کی بیزار

گر حصول زر مسکوک کی سمجھوں ہیں دلیل [٤٥] / تا خن شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار

خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد [٤٦] / قتل پہ میرے کمر باندھے ہے شکل جبار

زیست اپنی ہے تو تربیع و تقابل کے سوا [٤٧] / بھول جاویں گے منجم ہیں باقی انظار

٤٢- برجیس (سعد اکبر) کا شرف میں ہونا سعادت کی نشانی سمجھی جاتی ہے- اسیطرح برج ثور میں زہرہ (سعد اصغر) اور قمر کا اجتماع بھی مبارک سمجھا جاتا ہے- فردہ = بلندی- رجعت = واپسی-

٤٣- تحسین = دو منحوس ستارے نحس اکبر (زحل) اور نحس اصغر (مریخ) یعنی تحسین نے اسی پر قرار کر لیا ہے کہ میری طبعی ترقی کو روکیں- اسطرح دونوں میرے شانے کی سعادتیں پامال کر چکے ہیں-

٤٤- جب سورج برج حمل میں جو اسکے لیے درجۂ شرف ہے تحویل کرتا ہے تو گندم کا زمانہ آتا ہے اور گیہوں پکنے لگتا ہے

٤٥- اگر خورشید کو دیکھکر مجھے زر مسکوک (اشرفی) کے ملنے کی امید بندھے تو ناخن شیر (برج اسد) سینۂ خورشید کو زخمی کر ڈالے- اس شعر میں مومن نے اپنی تیرہ اختری پر زور دیا ہے-

٤٦- سعد ذابح = قمر کی بائیسویں منزل جو صورۃً ذبح کرنیوالے سے مشابہ ہے- سعد ذابح اور خون کی رعایت ظاہر ہے- شکل جبار = ستاروں کی ایک شکل ہے جو کمر باندھے ہوئے مسلح انسان سے مشابہت رکھتی ہے-

٤٧- جب دو ستاروں کے درمیان بارہ برج کا ربع یعنی تین برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو نظر تربیع کہتے ہیں اور جب چھ برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو تقابل کہتے ہیں یہ انظار (نظریں) عداوت و نحوست کا اثر رکھتے ہیں- شاعر کہتا ہے کہ اگر میں سلامت ہوں تو تربیع و تقابل کے سوا منجم باقی تمام انظار بھول جائیں گے-

واہ قسمت کہ نہ دے خوردہ گل بھی گلچیں — زمزمے مرغ گلستان کے سے کھینچوں میں کار

کیا قیامت ہے کہ اک دم نہ ٹھہرنے پاوں — دوں اگر شعلہ سے تشبیہ دو کان خمار

دُر نایاب ہو کیا خاک سے نکلی شہر نہ پھر — جسکے در پہ ہیں گہروں لوٹے شاد انبار

مدح خوانی کا مرے جائزہ شاہی بخشیں — وا ہے حیران کہ ہیں بے جائزہ اپنے اشعار

ہیں ہنر سب سبب رنج جہاں میں کہ گیاہ — خاصیت[52] سے ہو سزاوار شکنج عصار

مومن اسے ہرزہ درا نالہ و افغاں سے حصول — ذکر کیا راہ پہ آئے فلک نا ہنجار

بس بس آہنگ دعا سنجی ممدوح کہ ہو — متصل عرش معلے سے نزول آثار

جب تلک گردش افلاک سے اس عالم میں — ایک کے دل کو قلق ایک کے دل کو ہو قرار

تیرے احباب رہیں تکیہ زن مسند عیش — تیرے حسّاد ہوں آوارۂ دشت ادبار

---

۵۲ یعنے جس گھاس میں کوئی خاصیت ہوتی ہے اوسی کو روغن گر (عصار) شکنجہ میں ڈال کر دباتا ہے۔

منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کٹتی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ
کیونکر سخن فروش[1] ہون سوداگران تیغ

میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیان
کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ

فردوسی ایک خارجنان بیان تھا
گلریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ

حُسّاد سر سے پانون تلک خون میں ڈوب جائیں
جوہر اگر دکھاؤن میں اپنے بسان تیغ

میدان کشت و خون میں مرا دست نے سوار[2]
جاوے عنان کشیدہ تو ہو ہمعنان تیغ

یہ دل خراشیان مرے اشعار شوخ کی
سینہ پہ منکرون کے ہین لاکھون نشان تیغ

ہرگز نہ کر سکے مرے خامہ سے سرکشی
پیدا سر نگون سے ہے عجز عیان تیغ

جس جا سے خطبہ خوان ہو مری تیزی زبان
وان جانے فرض سجدۂ منبر فسان[3] تیغ

پابوس گر کرے مرے خامہ کا بند ہون
شیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ

خجلت سے آب و تاب سخن کی ہے آب آب
کیونکر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

---

[1] سخن فروش = باتین بنانے والا۔ تیغ کے سوداگر تیغ کے وصف میں کیا باتین بنا سکتے ہین۔

[2] دست نے سوار = وہ ہاتھ جس کا مرکب قلم ہے۔

[3] فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھی جاتی ہے۔ سجدۂ منبر = اوس منبر کو سجدہ کرنا جس پر تیری زبان خطبہ خوان ہو۔

مت پوچھ مجھ سے خونِ عنادل کا ماجرا	ہر گل[4] زمینِ شعر پہ ہے آسمانِ تیغ
ہوتے نہ میری صحبتِ قاطع کے سامنے	سرگرم لاف و دعویٔ تیزیٔ زبانِ تیغ
کیسی شکستِ رونقِ بازار ہو گئی	ہے تختہ بند[5] دستِ قلم سے دکانِ تیغ
میری[6] بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ	نظروں سے گر پڑا ستمِ ناگہانِ تیغ
اک بات میں تمام ہو یاں کار مدعی	کس کی بلا ہو بار کشِ امتنانِ تیغ
آہن گداز نالہ مرا دیکھ کر نہ ہو	پیکان[7] ضمانِ خنجر و خنجر ضمانِ تیغ
کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے	ہر خط پہ نکتہ بین کو ہو وہم و گمانِ تیغ
گر شوقِ زخمِ عشق کی لذت بیاں کروں	ہرگز نہ ہاتھ کھائے بجز استخوانِ تیغ

[4] جسطرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میرا گل زمین شعر پہ بھی آسمان ہے مگر وہ تیغ (زبان) کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزی زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے ذکر کے بعد خون عنادل کی توجیہ واضح ہو جاتی ہے

[5] دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

[6] میری برجستہ گوئی دیکھکر جاہل ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور اب اسکے سامنے تلوار کے ستم ناگہان کی کوئی اصل نہیں رہی۔

[7] ضمان = جو چیز ضمانت میں دیجائے لوہا میرے نالۂ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور پگھلا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر میرے نالہ میں آہن گدازی نہ ہوتا تو ایسا ممکن تھا۔

دل ہی مین حسرت نفسِ خونچکان رہی — میرے معاندون پہ ستم ہے امانِ تیغ

پڑھتا ہون اور مطلعِ رنگین کہ سن جسے — سرگرمِ آفرین ہو لبِ خون چکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو مین بسانِ تیغ — میری زبان کے آگے چلے کیا زبانِ تیغ

پھر جوش آگیا دمِ خونناب ریز کو — پھر تیری زبان پہ ہے قربان جانِ تیغ

صد فردہ جراحتِ منکر[۹] حسود کو — کرتا ہون رزمگاہ مین مین امتحانِ تیغ

مومن کو تا در وئے ثوابِ جہاد ہے — کفار کا سن آکے سنین داستانِ تیغ

آئی ہے سب پہ مدحِ حیدر او نبی ذوالفقار — لیجاؤ منکرون کے لئے ارمغانِ تیغ

شیرِ خدا علیؑ کہ شجاعت ہے جس کی ہے — سر پنجۂ اسد پہ زنخ زن[۱۰] سنانِ تیغ

غالب کہ سر چڑھائے ہے اسکے ہو فرق باز — تعظیمِ تیغ و کرمتِ تیغ و شانِ تیغ

کیا دور اسکے دستِ کرم کے اثر سے گر — یاقوت ریزہ ہو ہنرِ خون فشانِ تیغ

ابرِ تندبارِ[۱۱] ظفر خرمنِ عدو — ہے محو گرم پائی برقِ تپانِ تیغ

---

۸ میرے دشمنون کو میرے دمِ تیغ کو خونچکان دیکھنے کی آرزو تھی۔ یہ اثر کیا گو نہ ستم ہوا کہ تیغ نے انکو امان دیدی

۹ جراحتِ منکر = سخت زخم۔

۱۰ زنخ زن = مذاق اڑانے والا۔ بنان = انگلی کی پور۔

۱۱ ابرِ تندبارِ ظفر = یہ ذاتِ مولا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن یعنی تیغ کی ... سے پامال ہوا جاتا ہے گرم پائی = تیز رفتاری۔ محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری تیغ میں جل جائے مثلِ طور — گر تو صنم کدہ پہ کرے امتحانِ تیغ
کھاتے[12] ہیں دیکھکر ترے دشمن ہلالِ عید — کھاوے سوائے زخم کے کیا میہمانِ تیغ
جوہر ترے مخالفِ مجروح میں نہیں — کوئی مگر یہی کہ وہ ہے قدردانِ تیغ
حسرت[13] ہی تیرے بوسۂ دستِ بلند کی — کسطرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشانِ تیغ
دشمن کا ایک نیم اشارہ میں کام ہو — ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میانِ تیغ
کوشش نے تیری حرفِ تعصب مٹا دیا — کیوں[14] بید خوان دیر نہ ہوں مدح خوانِ تیغ
تمکین[15] سے تیری دیجئے گر کوہ کو مثال — روئیں تنوں سے اُٹھے نہ بارِ گرانِ تیغ
آبِ حیات چارہ کرے یا دمِ مسیح — ممکن نہیں جنکیں ترے خوں کردگانِ تیغ

[12] آپکے دشمن عید میں بھی خوش نہیں ہو سکتے- کیونکہ وہ ہلالِ عید سے مہمان ہونے کا شگون لیتے ہیں جنکی غذا زخم کے سوا کچھ نہیں- ہلال کی مشابہت تیغ سے اظہر من الشمس ہے-

[13] تیغ کہکشان کی طرح آسمان پر اس لیے چڑھنا چاہتی ہے کہ آپکے دستِ بلند تک پہونچکر بوسہ کی عزت حاصل کر سکے لیئے اپکا دستِ مبارک آسمان سے بھی اونچا ہے-

[14] بید خوان = وید پڑھنے والے- یہاں عام کفار مراد ہیں- مدح خوان = تعریف کرنے والے-

[15] آپکے تمکین (وقار) سے اگر پہاڑ کو مثال دیجائے تو اس نسبت سے تیغ اسقدر بھاری بھرکم ہوجائے کہ روئیں تنوں سے نہ اُٹھ سکے- ظاہر ہے کہ لوہا جس سے تیغ بنتی ہے پہاڑ وغیرہ سے نکلتا ہے-

منکر تری[۱۶] امامت حق کے ہیں گرم جنگ — درکار ہے وضو کو جو آبِ روانِ تیغ

کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو — جھکتا ہے تیرے آگے سرِ قہرمانِ[۱۷] تیغ

تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لیں — کام آ لیے[۱۸] کوشش و کشش رائگانِ تیغ

نسبت سے تیرے ہاتھ کی چشمک زنی[۱۹] کی گر — ابروے دلربا پہ ختم جانستانِ تیغ

کیا بات تیرے[۲۰] پنجۂ آہن فشار کی — وردِ زبان ہے غلغلۂ الامانِ تیغ

سرخی ترے عدو کے لہو سے ہی ہو چکا — رنگین کس طرح سے نہ ہو داستانِ تیغ

۱۶ آپکی امامت برحق کے منکروں کو وضو کے لیے تیغ کے آب رواں کی ضرورت ہے اسی لیے ایک دوسرے سے لڑتے مرتے ہیں کہ کون پہلے اس پانی تک پہونچے مقصود یہ ہے کہ حضور سے محاربہ کرنا موت کے پنجہ میں گرفتار ہونا ہے وضو کے لیے آب رواں یعنے ماء جاری کی تلاش خالی از لطف نہیں۔ تیغ کی آب مشہور محاورہ ہے۔

۱۷ سخت کوش۔ سخت جد و جہد کرنے والا۔ قہرمان = کارفرما حاکم تیغ کو قہرمان قرار دیا ہے۔

۱۸ رائگان اس لیے کہا کہ عدو اپنا گلا آپ کاٹ لیں۔ اور کام آنا اس وجہ سے لکھا کہ بہرحال مدعا تو حاصل ہے۔

۱۹ چشمک زنی = طعنہ زنی۔

۲۰ ممدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلوار کی زبان پر شور الامان ہے۔

ظالم ہین تیرے دو ہین نالان کیہ وقت جنگ — بانگ شکست تیغ ہے شور و فغان تیغ

کوئی کرے نہ گرمی روز نشور مین — بسمل پہ تیرے مہر گر سائبان تیغ

وہ دست زور مظہر سر تیغۂ خدا — وہ تیغ باعث شرف دودمان تیغ

[۲۱] لرزان تھے مثل بید ترے رعب سے جو تیغ — پھل پاتیون کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ

[۲۲] پتھر کو بھی نہین ترے حملہ کی تاب ہے — یاقوت زرد ہے شاہد بیم نہان تیغ

جراح کیا کہے ترے زخمی کا ماجرا — [۲۳] سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ

یہ کہکشان نہین۔ کہ رہا خوف سے جو دبیان — سو پڑ گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ

بالا ترے ہے تیغ شجاعت سے بڑھ گیا — کیونکر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ

ہر بار کیون نہ ہو تری تلوار تیز تر — دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

[۲۴] سیف و قلم ہین دونون ستون کام دین کا — حیران ہون باب علم کہون یا جہان تیغ

---

[۲۱] یعنی تیغ بھی خوف سے کرکرہا تھے۔ تھے بالی ہے اور بید کی خاصیت یہ ہے کہ اس مین پھل نہین آتا۔ شعر مین صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

[۲۲] پتھر بھی آپکے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یاقوت زرد کی زردی اسی خوف نہان کا ثبوت ہے۔

[۲۳] آپکے زخمی دشمن کے حق مین سخنہ گر کی سوئی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

[۲۴] اس مین تلمیح ہے حدیث پاک انا مدینۃ العلم و علی بابہا کیطرف یعنی مین علم کا شہر ہون اور علی اسکا دروازہ ہین۔ جہان تیغ سوسن کی خاص ترکیبون مین سے ہے۔

رنگین بیان ہو گر ترے غزوہ کے ذکر مین — پڑھنے لگے درود لبِ خونچکانِ تیغ
غازی بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے[25] — سرگرم جلوہ فصلِ بہار و خزانِ تیغ
زہرآب دین اگر ترے دولت کے دور مین[26] — عمرِ خضر ہو زندگی جاودانِ تیغ
گرمِ دعائے شاہ ہو مومن کہ جب سے ہے — آمین سرا زبانِ اجابت فشانِ تیغ
روزِ نبرد حادثہ ریزِ شکست و فتح — جب تک کہ ہے نشیبِ فراز جہانِ تیغ
تاجِ ظفر ہو زیبِ دہ فرقِ دوستان — اعدا کا سر رہے تہِ بارِ گرانِ تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم — ایسی نیت پہ بہشت آپکو واعظ معلوم
محتسب نے خم مے چھین لیا یا قسمت — ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے ہمارے مقسوم
پاکدامن ہو تو بد گو کے نہ دم مین آنا — سنتے ہین لوط کے مہمان کو بھی افتا سدوم[1]

---

[25] جناب مرتضوی کی شہادت رمضان سنہ ۴۰ھ مین بحالت نماز ایک خارجی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

[26] اس شعر مین حسن تعلیل ہے یہ واضح رہے کہ آب زہر مین بجھانے سے تلوار کا کاٹ اور زیادہ ہو جاتا

[1] حضرت لوط کے مہمان بھلا کہین سدوم کا فتوی سنا کرتے ہین۔ سدوم قوم لوط کا قاضی تھا جسنے انکے افعال شنیعہ کے جواز کا فتوی دیا تھا اور انکی بستی کا بھی نام سدوم تھا = فتوی دینا۔ یہ قصہ قرآن مجید مین مذکور ہے حضرت لوط کے یہان فرشتے بصورت انسان آکر مہمان ہوئے تھے انکی قوم نے فرشتوں کی ایذا رسانی کا قصد کیا جسپر حق تعالی نے ان بد فعالون کو عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا

ہم ہیں اور عشق حقیقی۔ کہ بجز ذاتِ خدا نہیں پایا کہیں دنیا میں وفا کا مفہوم

ہائے [1] لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے ورنہ کیا کیا مرے ویرانے میں تھی کثرتِ بوم

کہیں [2] ایسا نہ ہو وہ غیرتِ حور آجائے ہے بہت میرے جنازے پہ فرشتوں کا ہجوم

گاہ کہتا ہے جنوں عشق کو گہ کفر و حرام جہل کر لے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم

گرمیِ شوقِ شہادت ہوئی فولاد گداز رہ گیا تشنۂ آبِ دمِ خنجر حلقوم

گر نہ [3] ہو سکتی وصلِ صنم کی تدبیر تو یقین آئے مجھے یہ کہ جہان ہے موہوم

مصرعۂ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے نہ ہوا پر نہ ہوا حالِ پریشان منظوم

جوشِ وحشت ہے یہ ناصح نہ پہنا نا زنجیر دیکھ دیوانہ نہ ہو میں نہیں پابندِ رسوم

نوجوان جب کوئی جاتا ہے جہان سے ناشاد تازہ ہوتا ہے مجھے داغِ امیدِ مرحوم

کر دیا [4] خواہشِ بیداد نے احوال تباہ تو تو ظالم نہیں زنہار۔ یہ میں ہوں مظلوم

---

[1] بوم کے متعلق عوام میں یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اُسکو بار بار دہراتا ہے یہانتک کہ وہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

[2] یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتوں کے سامنے آنا بھی گوارا نہیں۔ جو اور [illegible]

[3] اگر دنیا [illegible] ہے تو مجھے اپنے اعمال کی [illegible] سزائیں کیوں ملیں۔ اس لیے کہ جب [illegible] تو اُسکے گناہوں کا معدوم ہونا چاہیے۔

[4] [illegible] ظالم نہیں کرتا

زلزلے آتے ہین جب سے ہین تہِ خاک آیا
چین دیتے نہین ابتک بھی مجھے طالعِ شوم

چاہیے[٦] صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ
تو خدا کا نہین جیسا ہون مین ان کا محکوم

طعنۂ وصلِ ہوسناک[٧] پہ ہنس دیتے ہین
مگر الزام و ندامت نہین لازم ملزوم

تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان
حسن وہ عشق یہ۔ کیونکر نہ پڑے خلق مین دھوم

پاکبازی کی طمع ہم سے گنہگارون سے
کیا ہوئے عشق مین اے زہرہ جبین وہ معصوم[٨]

نالۂ گرم نے دلبر کو بنایا دلدار
معجزِ عشق سے جان بخش ہوئی بادِ سموم

یان کی لاکھون خلشین وان کی ہزارون فکرین
ایک جان اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

کیا کہین آج ترے کوچہ سے گذری تھی نسیم
ویسے ہی تازہ ہین گلہاے مکرر شموم[٩]

محتسب آپ کے آنے سے ہوے دیر خراب
قصہ کعبہ کا نہ کیجیے گا یمنِ قدوم[١٠]

اُچک اے صبحِ طرب کٹ نہین سکتی شبِ غم
جلد جائین مع اغیار جہنم مین نجوم

---

٦ واعظ کے مقدر مین خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب مین ہوا پرستی۔ مگر شاعر اپنی تقدیر پر قانع ہے واعظ نہین

٧ ہوسناک = بوالہوس یا رقیب۔ مگر شاید دوسرا مصرع طنزاً کہا ہے۔

٨ معصوم سے مراد ہاروت ماروت ہین جو دو فرشتے تھے اور جن کا عشق زہرہ کے ساتھ زبان زدِ عام ہے۔

٩ مکرر شموم = دوبارہ سونگھے ہوئے۔

١٠ یمن قدوم = قدمون کی برکت۔ یہان طنزاً مراد ہے کہ اپنی بد قدمی سے کعبہ کو بھی کہین ویران نہ کیجیے گا۔

پامال کیا کیون نہ فزون ہو عزت — دود افغان سے ملی بیل فلک کو خرطوم[11]

لیان دیکھے زمانہ کو کرونگا تسخیر — ہین لپسمۂ فلک سفلہ صفات مذموم

جب[12] ستایا مجھے اسنے وہی الفت دی ل — یہ غلط ہے کہ اعادہ نہین بہر معدوم

سبب[13] شادی دشمن تو بتادو پہلے — پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیون ہے مغموم

سبزہ[14] رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم — یاد آتا ہے مجھے حال امام مسموم

افضل الناس حسنؓ ابن علیؓ سبط نبیؐ — سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم

ابر بارندۂ دانش گہر فیض کمال — قلزم حُسن عمل منبع دریائے علوم

---

[11] خرطوم = سونڈ- یہان آہ کے دھوئین کو خرطوم بیل سے تشبیہ دی گئی ہے

[12] فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود مین آنا محال ہے مومن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی محبوب نے مجھے چھیڑا گئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

[13] کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزردگی کا باعث ہے۔ تجاہل جان بوجھکر انجان بننا۔

[14] سبزہ رنگی = ملاحت حسن = مسموم = جسکو زہر دیا جائے۔ یہان سیدنا امام حسنؓ کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جعدہ کے زہر دینے سے ۵۰ھ مین واقع ہوئی۔ اُسکے اثر سے جسم مبارک سبز ہو گیا تھا۔

مظہرِ شانِ الٰہی ہے یہان تک کہ حکیم[15]	منزلزل ہو دم بحث وجوب اور لزوم
علم اعجاز اُسے معجزۂ علم اوسے	جس مین اندیشہ ہو عاجز دہ اُسکو معلوم
فکرِ الزامِ حکیم و متکلم ہو اوسے[16]	تو مجسم نظر آجائین نقاطِ موہوم
اثرِ ذکر سے ہو صاف دلی کے اُسکے[17]	نقشِ مرآتِ ہوا عکس ضمیر مکتوم
سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے	فرطِ بخشش سے نہ مجمع رہے کو چہ مین نہ دھوم
جود ہر بار فزون سے کفِ بیفاصلہ بخش[18]	دشمن مایۂ معمول و کفاف مرسوم

۱۵ فلسفہ کی اصطلاح مین وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوق) کی۔ مومن کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفات الٰہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قایم نہین کرسکتا کہ آپکو کیا کہے۔ بقول عرفی
تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل۔

۱۶ اگر آپ فلاسفہ اور اہل مناظرہ کو قائل کرنا چاہین تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح مین فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

۱۷ آپ کا قلب مبارک اسقدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلون کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئنہ مین پرتو فگن ہونے لگتے ہین۔

۱۸ مایۂ معمول و کفاف مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی متواتر بخشش جسمین وقفہ نہین ہے۔ مقررہ معاش کی دشمن ہے گویا سائل کو اسقدر ملتا ہے کہ یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ وظیفہ مقرر ہے۔

ہین مشابہ بہت اُس دستِ کرم کے حق سے | کیونکہ[19] اصفار نہ ہون مرتبہ افزائے رقوم
شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمد مین | جب مسلم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم
عہد مین اُوسکے جو گل زاریٔ بلبل پہ ہنسے | ہو نسیمِ سحری ہم اثرِ بادِ سموم
کہین[20] منکر کو نہ انکارِ قیامت ہو زیاد | عدل سے اوسکے ہے آبادیٔ ہر کشور و بوم
نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق | نہ وہ رازق ہے۔ ولے قاسمِ رزقِ مقسوم
السلام اے روش آموزِ طریقِ اسلام | السلام اے خضرِ جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا پایہ[21] ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت | کہ ہوئی حرمتِ پیری کی تمنا محروم

---

[19] اصفار = جمع ہے صفر کی۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دہ چند ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

[20] ممدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی و رونق اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مبادا منکرین قیامت اپنے انکار پر مصر ہون اور یہ سمجھین کہ اب دنیا کو زوال نہوگا

[21] پیری کو عموماً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر چونکہ آپ جوانانِ بہشت کے بادشاہ ہین اس لیئے آپ سے یک گونہ نسبت پیدا کرنے کے لیئے اب لوگ بجائے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہین سید شباب اہل الجنۃ (سردار جوانانِ جنت) احادیث مین حضرات حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شان مین فرمایا گیا ہے۔

گر کہے کوئی کہ بالفرض مماثل ہے ترا[22] | ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم
کیا ترے مرکب چالاک کی لکھی تھی ثنا | لیک کاغذ پہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

ق

یہ سبکرو و کہ بیان تگ و دو میں اُسکے | منہ سے[23] مفتوح نکلتے ہیں حروف مضموم
ہے بجا دیجیے اگر تجکو سلیماں سے مثال | کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم
تیری افواج کا میدان میں [illegible] | بلبلوں کا مہ آذار[24] گلستان میں ہجوم
مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر | کر دیا تیغ گریباں نے دو پارہ حلقوم
تیرے اعدا کو سمجھ ہو تو کریں جان پہ رحم | آدمی تو نہیں یہ ہیں جہول و ظلوم
بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آجائے | جس کو آتی نہ ہو تقطیع[25] کلام منظوم
تیر باراں سے ترے کیونکہ نہ بھاگیں اعدا | جانتے ہیں کہ شہب[26] ہیں شیاطین کو رجوم

---

۲۲ تقدیر = مقدر۔ اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالفرض آپ کا مثل دنیا میں ہو سکتا ہے۔ تو اُسنے حقیقت میں تقدیر (فرض) کا مطلب ہی نہ سمجھا۔ کیونکہ فرض تو ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال کی۔ اور ممدوح کا مثل ہونا محال۔ بر تقدیر ثانی یہ معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہیں۔

۲۳ عربی میں فتحہ (زبر) کی حرکت کسرہ اور ضمہ (زیر اور پیش) دونوں سے ہلکی مانی گئی ہے۔

۲۴ مہ آذار = ایک رومی مہینے کا نام ہے جو چیت سے مطابق ہے۔

۲۵ تقطیع = ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کے وزن کے مطابق کرنا۔ اس لفظ میں ایہام ہے۔

۲۶ شہب جمع ہے شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان پر شیاطین کے سنگسار کرنیکو چھوٹتا ہے۔ رجوم = سنگسار کرنے والا۔

آج کہدے ترے قاتل کی سزا اور حشر — تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیرِ سموم[27]

مد[28] غیب یہ کی لشکرِ مغلوب سے صلح — کہ مسلمان نہ ہوں معتقدِ طالعِ شوم

نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزمِ افلاک — نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکامِ نجوم

ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا — طبعِ نحسین[29] سے جاتی رہے تاثیرِ غموم

جبہ سا نہ یہی ہے - تری کوشش سے ہوئی — خانقاہِ فقرا بارگہِ قیصرِ روم

امنیت[30] ایسی ہوئی دورِ حراست میں ترے — ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیرِ فغانِ مظلوم

۲۷ سموم - جمع سم کی = زہر مراد یہ ہے کہ اگر آپ کے قاتل کی سزا پہلے سے بتا دی جائے تو سم قاتل جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہیبت کی وجہ سے اپنی خاصیت کھو بیٹھے

۲۸ سیدنا امام حسنؓ سنہ ۴۱ھ میں بنی امیہ سے صلح کر کے خلافت سے دست بردار ہو گئے - مومن کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالفوں کے طالع میں نحوست ہے - اگر آپ ان سے لڑتے تو وہ ضرور ہارتے اسطرح سے مسلمانوں کو انکی نحوست کا یقین اور واثق ہو جاتا - مگر چونکہ نحوست اور سعادت کا اعتقاد شرعاً ممنوع ہے اس لیے حضور نے عامہ مسلمین کو اس بداعتقادی سے بچانے کے لیے لشکرِ مغلوب سے صلح کر لی -

۲۹ دو نحس ستارے یعنی زحل اور مریخ -

۳۰ بجائے اسکے کہ فغان طالبِ اثر ہو آپ کے دور میں اثر فغان کا متلاشی ہے کیونکہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے جو نالہ و فغان کرے -

ہین مخاصم ترے بدبخت - یہ کم بخت نہین　　لینے کثرت سے ہے قسمت مین حمیم[۳۱] اور زقوم

مرحبا ابن علیؓ کی چلی آتی ہے صدا　　اب تلک روضۂ رضوان سے - زہے فیض قدوم

دعوت عام تری سب کو بنا دیوے خاص　　گو قضا[۳۲] کر نہ ہو پاس صفت فیض عموم

ختم اللہ[۳۳] کا مورد ہے زبس قلب سیاہ　　تیرے دشمن کو ہے خونابہ رحیق مختوم

دوستون کو نہین ڈر وسوسۂ شیطان کا　　ہین جو دشمن متصدی شعار مذموم

جام مے گر کوئی پی جائے تری ہی کے بعد　　زہر کھاوے پئے درمان خراش بلعوم[۳۴]

تیرے ایام مین باقی نہ رہا ایسکہ فساد　　چشمۂ خضر ہین انہار عروق[۳۵] مجذوم

بدیٔ خلق سے افزون تھی نکوئی تیری　　کردی انصاف الٰہی نے یہ امت مرحوم

---

۳۱ حمیم = گرم پانی - زقوم = تھوہڑ کا درخت یہ دونون اہل دوزخ کی غذا ہین - اس شعر مین بدبخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہے -

۳۲ = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکسان نہو - قضا = تقدیر -

۳۳ ختم اللہ علیٰ قلوبہم (خدا نے اونکے دلوپر مہر لگادی) رحیق مختوم = سربمہر شراب جو جنت کی نعمتون مین سے ہے -

۳۴ = بلعوم = گلا -

۳۵ - جذامی کی رگین جن مین فساد خون پیدا ہوگیا تھا - آپکے عہد مین چشمۂ خضر کا حکم رکھتی ہین - چشمہ کے لیئے انہار کا لفظ مستعمل ہوا ہے - اور عروق (رگ) کو انہار سے تشبیہ دی گئی ہے -

گر کہے [۲۶] یرحمک اللہ ترا خصم لئیم — عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغ مزکوم

تا سحر [۲۷] شام عبادت تری شب بیداری — شارح آیت کرسی لسبب حی القیوم

ہو ہم آہنگ دعا ختم سخن کا ہے وقت — آپ تو آپ ہیں دانائے غزالیں و رسوم

جب تلک [۲۸] ذلت و عزت طرب و غم ہے ہو خلق — گوشہ گیر انجمن افروز سمین و معدوم

تیرے احباب مطاع اور تو رفیع و شاد — تیرے خستہ و خراب اور تیرے اعدا مغموم

۲۶ مزکوم یعنی جسکو زکام ہو۔ آداب شریعت میں ہے کہ جسکو چھینک (عطسہ) آئے وہ الحمد للہ کہے (اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص اوس پھر یہدیکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن یرحمک اللہ کا کلمہ زبان سے نکالے تو اوسکی نحوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہو۔ یہ واضح رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفریح دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ ممدوح کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۲۷ آیۃ الکرسی میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے بعد لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی جو (حی) و قیوم ہے اوسے نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت میں صبح تک ممدوح کی شب بیداری (احیاء شب) در اصل مذکورہ بالا عبارت قرآنی کی عملی تفسیر ہے۔

۲۸ ان دونوں مصرعوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ سمین یعنی فربہ۔

قصیدہ بمدح وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ والی ریاست ٹونک

یادِ ایّامِ عشرتِ فانی — نہ وہ ہم ہین نہ وہ تنِ آسانی

جائین وحشت مین سوئے صحرا کیون — کم نہین اپنے گھر کی ویرانی

خاک مین رشکِ آسمان سے ملی — ہائے کیسی بلند ایوانی

کر دیا گردشِ سپہر نے خفیف — برج خاکی مسیرِ[1] کیوانی

ایسی وحشت سرا مین آئے کون — بے[2] دری کر رہی ہے دربانی

نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون — کہ مین شہری ہون یا بیابانی

کیا ہوئی وہ بلندیٔ دیوار — کیا ہوئے وہ عماد طولانی

جائے گل ہین چمن مین ریزۂ سنگ — کاہ کرتی ہے نازِ ریحانی

اَٹ گئے حوض و نہر غیر از چشم — ایک قطرہ کہین نہین پانی

نہ ملا کچھ نشانِ آبِ روان — خاک سارے جہان مین چھانی

سقفِ رنگین و زرنگار کہان — جز سپہر و نجوم نورانی

شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش — اب کہان بلبل و غزل خوانی

---

[1] مسیرِ کیوانی = وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند ستارے کی سیرگاہ ہو۔

[2] میرے مکان مین دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنے کسی کو اندر آنے کی ہمت نہین پڑتی۔

نظر آتی نہیں وہ تصویریں — نقشِ دیوار کیوں نہ ہو مانی
صرفِ دلقِ گدا ہوئے پردے — زینت افزائے کاخِ سلطانی
آپ کا شانہ فرشِ خاک ہوا — کیسے غالیچہائے کاشانی
یا ظروف و سماط سے مجھے تھا — دعوئ قیصری و خاقانی
یا نہیں ہے مرقع و کشکول — تا کروں تازہ رسمِ ساسانی
مسندِ گوہریں کا دھیان آیا — پوچھتے کیا ہو وجہ گریانی
بالشِ سنگ و خواب۔ واویلا! — بارِ خاطر ہوئی گراں جانی
ہم ہیں اور حسرتِ مئے گلگوں — خون پلاتا ہے قہرِ یزدانی
زہر ملتا نہیں کہ پی جاؤں — اب کہاں وہ شرابِ ریحانی
شورِ کشتی دعائے نوح نہ تھا — کشتی مے ہوئی جو طوفانی
وہ گزک کیسی وہ کباب کہاں — نقلِ مجلس ہے دل کی بریانی

۳ ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن - سماط = دسترخوان - مرقع = گدڑی
کشکول = کاسۂ گدائی = ساسان = فقیر اور فرز ند بہمن (بادشاہ ایران) کا
نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی -
۴ دعائے نوح سے مراد حضرت نوحؑ کی بد دعا ہے (رب لا تذر الآیہ) جس کے
اثر سے اللہ تعالٰی نے کفار کو طوفان میں غرق کر دیا تھا - کشتی مے کا طوفانی ہونا سامان
عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے - شور - کشتی - طوفان وغیرہ میں مراعاۃ النظیر ہے -

یا یہاں پرنیان و اطلس سے ‎ ‎ ‎ جلوہ گر تھی سپہر سامانی

یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا ‎ ‎ ق ‎ ‎ تنگیون سے لباسِ عریانی

کیا کہوں اپنی گردشِ ایام ‎ ‎ ‎ صبح نوروز ہے شبستانی[۱]

اس چمن زار کو خزان تھی ضرور ‎ ‎ ‎ مین نے کیا تہ کی بات پہچانی

کردیا خالقِ دوعالم نے ‎ ‎ ق ‎ ‎ امتیازِ ریاضِ رضوانی

ہائے وہ رقصِ خوش قدان جنکی[۲] ‎ ‎ ‎ شکل اندازِ سرو بستانی

ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی[۳] ‎ ‎ ‎ سحرِ ہاروت زہرہ الحانی

ہائے وہ سازو برگ عیش و نشاط ‎ ‎ ‎ قوت افزائے روحِ انسانی

تیر بارانِ فاقہ نے مارا ‎ ‎ ‎ ہر طرف کی تھی کلاہ بارانی

بندۂ داغ دل کو حیران ہون ‎ ‎ ‎ نہ رہا خرقۂ زمستانی

ایک دن یون ہجوم یاران تھا ‎ ‎ ‎ جیسے اب مجمع پریشانی

---

[۱] شبستان سے مراد تاریک ہے ۔ صبح نوروز = روز اول ماہ فروردین جب کہ آفتاب برج حمل مین جاتا ہے ۔

[۲] یہاں پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے ۔ ہائے اُن خوش قدون کا رقص کیا ہوا جنکی شکل سرو بستانی کی طرح تھی ۔

[۳] اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) کہاں گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی) سحر ہاروت کا حکم رکھتی تھی ۔

کش۸ سرِ پر غرور کو دی ہے	تنگیٔ غم نے چینِ پیشانی
مجھے دونون جہان سے کھویا	کیا کہون ظلمِ چرخِ دورانی
یعنے اس حال پر فزون تر ہین	آرزوہائے نفسِ شیطانی
حسرت۹ لعلِ سیمتن مین ہوئے	گوہرِ اشکِ چشم مرجانی
اٹھے۱۰ فلک دل کو داغ کرتی ہے	زرِ خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل	کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
طالع۱۱ ہر بدیع سنج مین ہے	کیا ضرورت ہبوطِ میزانی
جان مومن یہ گونہ گونہ ستم	کافرانے بھی نامسلمانی

۸ آہ کیسے مغرور سر کو تنگیٔ غم کے ہاتھون چین پیشانی (ماتھے کی شکن) نصیب ہوئی ہے۔ سر پر غرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹ معشوق کے لب لعل کی حسرت مین آنکھون سے جو آنسوؤن کے موتی نکلتے ہین وہ خون آلودہ ہونیکی وجہ سے مونگے کے مانند سرخ ہین۔ لعل سیم۔ گوہر۔ مرجان کی مناسبت ملحوظ رہی ہے۔

۱۰ ۔ زرِ خورشید کی چمک دیکھکر دل جلتا ہی اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زر کی تشبیہ خورشید سے مومن کے کلام مین عام ہے۔

۱۱ ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا ہی کی قسمت مین ہمیشہ پستی رہے۔ ہبوط کسی ستارہ کا پستی کی طرف مائل ہونا۔ آفتاب جب برج میزان مین جاتا ہے تو اُسکو ہبوط ہوتا ہے۔ بدیع سنجی کے ساتھ میزان کی رعایت واضح ہے۔

تاکجا اے یزید شمر خصال | فتنہ ہائے فریب مروانی[12]
اُس سے کاوش نہ کر نہ ہو ظالم | آپ اپنا تو دشمن جانی
تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون | کھول دوں میں یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب | ختم جس پر ہوئی سخندانی
پایہ سنج کمال اہل کمال[13] | فارق قلزمی و عمانی
کیا کہوں اُسکے دست ہمت کی | ہیں گہر بار ی و دُر افشانی
ہر گدا کی ہے زینت کشکول | رشک ترصیع تاج سلطانی
اُسکے احسان سے غرۂ شوال[14] | اہل تقویٰ کو سلخ شعبانی
کہیں نیرنگی زمان سے فزون | خوان نعمت کی اُسکے الوانی
مور کو وہ جواد وے ڈالے | شوکت و حشمت سلیمانی
کردے سارے جہان کو سیراب | بحر ہمت کی اُسکے طغیانی

[12] مروان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پردازیاں بعث اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئیں

[13] اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا - اور قلزم و عمان کے موتیوں میں فرق بتانے والا

[14] غرہ = ہر ماہ کا پہلا دن - سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس میں رویت ہلال ہو - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان اور بخشش اسقدر ہے کہ پرہیزگاروں کے حق میں بھی رمضان کی چاندرات روز عید بن گئی ہے -

بخشش بے شمار سے مشکل | ہے دبیر فلک کو دیوانی
اُسکے خوان نوال سے مستقل | آز اشعث[15] کی اشد و مدانی
اُس کے عہد کرم کی نسبت سے | شہرہ گوئی عہد عالم فانی
بے سخاوت اُسے قرار کہاں | کہ سخاوت طبیعت ثانی
اُس کے ہے روزگار میں یکساں | ابر تو بہمن[16] و نیسانی
دوری اپنی نہیں ہے مانع فیض | مہر کو کیا حجاب ظلمانی
گرگ نے دور عدل میں اُسکے | سیکھلی راہ و رسم چوپانی
آشیان عقاب و شاہین میں | روز گنجشک کی ہے مہمانی
حملہ شیر گیر سے اُس کے | [illegible] پیشانی
اُس کے ایک ایک لشکری کا تنگ | روئی ساسی و سرمیانی
خنجر جان شگاف میں اُس کے | ابروئے یار کی سی بُرّانی
افعی رمح[17] دیکھ لے اوس کا | تو عصا بھول جائے ثعبانی

۱۵- اشعث ایک مشہور حریص کا نام ہے۔ ممدوح کے خوان بخشش پر مثلاً اشعث جیسے مرد حریص کی طماعی بھی جاتی رہتی ہے۔ ۱۶- بہمن = ایک فارسی مہینہ جو پھاگن کے مطابق ہے۔ نیسان ایک رومی مہینہ جسمیں بارش ہوتی ہے۔

۱۷- افعی رمح = نیزہ جو سانپ کی شکل ہو۔ ثعبانی (ثعبان یائے مصدری) = اژدہا ہو جانا عصا سے مراد حضرت موسیٰ کی لکڑی ہے جو مخالفون کے مقابلہ میں اژدہا بنجاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کردیتی تھی۔

گرز[۱۸] سے اُسکے بارِ گردن ہے	مغفرِ سدعی کی سندانی
اُس[۱۹] نے شمشیر جب علم کی ہے	گاوِ گردون ہوئی ہے قربانی
موج دریائے خون سے روزِ مصاف	ہوئے کشتی زمین کی طوفانی
ہین مخاصم بھی سخت سنگر گذار	عمر جو کٹ گئی بآسانی
تیرِ خار اشگاف[۲۰] سے اوس کے	لعل جو ہے سو لعل پیکانی
زیرِ ران اوسکے توسن چالاک	رشکِ اسپِ سپہرِ گردانی
شوخی یار کی سی چالا کی	نگہِ شوق کی سی جولانی
دمِ گلگشت وہ سبک رفتن	اہتزاز[۲۱] نسیم بستانی
روز جنگ اُسکے سُم جولان ہین	صرصرِ[۲۲] عاد کی سی طغیانی

۱۸ سندان = اہرن جسپر لوہار لوہا رکھکر کوٹتے ہین - شعر کا مطلب یہہ کہ ممدوح کے گرز کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُسکے لئے بارِ گردن بن گیا ہے -

۱۹ - گاوِ گردون = آسمان کی گائے - مراد برج ثور - جو صورۃً گاؤ سے مشابہ مانا گیا ہے -

۲۰ - خار اشگاف = پتھر کو توڑنے والا - لعل پیکانی - لعل جو پیکانِ تیر کی شکل تراشا جائے

۲۱ - اہتزاز = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا -

۲۲ صرصرِ عاد - وہ آندھی جسنے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا -

کثرت[۲۳] بادِ عنصری اوسکی	مثبت انقلابِ ارکانی
اس سے دیتے سپھر کو تشبیہ	گر نہ ہوتا ستارہ[۲۴] پیشانی
مانعِ سعیِ دل پسند اوسکو	ملکِ عالم کی تنگ میدانی
تیرے اوصاف کے صحیفہ مین	صنعتِ کارنامہ سامانی
گل جبینی[۲۵] پہ تیری قربان ہون	نو بہارِ ریاضِ رضوانی
بر[۲۶] ومندی آرزوئے حصول	کشت مطلب کی تیرے دہقانی
آستانہ[۲۷] پہ تیرے چرخ نہم	ہو نہ ہماے بلند بنیانی
سمجھے ہے درجۂ شرف کیوان	قصر رفعت کی تیرے دربانی

۲۳- ممدوح کے باد پا کے مزاج مین ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے - اور یہی زیادتی اُن انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکان عالم مین ہوتے رہتے ہین - چار ارکان (عناصر) مین سے اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال قائم نہین رہتا

گرکے زین چہار شد غالب	جان شیرین برآید از قالب

۲۴- ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا منحوس سمجھا جاتا ہے -

۲۵- گل جبینی = خندہ پیشانی - ریاض رضوانی = بہشت -

۲۶- ممدوح کی کشت مراد مین کاشت اور بار آوری مرادف ہین - یعنے ادھر بویا اور پھل آگیا -

۲۷- کیا عجب کہ چرخ نہم (عرش معلی) ممدوح کے آستان پر پہونچکر بلندی منزلت حاصل کرلے

شعلۂ شمع بزم کو تیرے	دعویٔ حسن ماہ کنعانی
داغ مے تیرے جام عشرت سے [28]	گل پدامان پاک دامانی
تیرے دشمن کے واسطے ناشق	زلف جانان سے ہے پریشانی
اے سخن سنج نکتہ دان تیری	کس زبان سے کرون ثنا خوانی
مجھ سے ناکس کی ہمنشینی کا	تجھسے دوور کو شوق پنہانی
نہ یہ سمجھا ہون سیر اختر سے [29]	علم ظنی نہ ہووے ایقانی
حامل دستہ مدیح سے یون [30]	مجھے پہونچا تھا علم اذعانی
کہ نہین کیون خیال طوف حرم	مومن اور اتنی نامسلمانی

۲۸ - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے جام عیش سے قطرۂ شراب گرکر دامن پر جو داغ پڑ جاتا ہے وہ بجائے (مایۂ عار ہونے کے) پاکدامنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے - پاکدامنی کے لیئے دامن تجویز کیا ہے اور دامن گل کو گل سے زینت ہے - داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے -

۲۹ - یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے مجکو احکام نجومی سے دریافت نہین ہوئی - کیونکہ نجوم کی بنیاد ظن وتخمین پر ہے نہ کہ علم والیقین پر - بلکہ دوسرے ذریعہ سے معلوم ہوئی جیساکہ آگے لکھتے ہین -

۳۰ - علم اذعانی = وہ علم جو یقینی ہو اور جسکی تعمیل لازم ہو - حامل دفتر مدیح سے مراد وہ بزرگ (کرم اللہ) ہین جو ممدوح کی طرف سے مومن کو حاضری دربار کی دعوت لیکر آئے تھے اور جن کی معرفت شاعر نے یہ معذرت کا قصیدہ روانہ کیا تھا -

تجھے معلوم کیا نہیں نادان — فرض ہے حج بہ نصِ قرآنی

کیونکہ ہو عذر بے زری مقبول — ہے خلافِ قیاسِ برہانی

اول اُس در پہ سجدہ ریزی کر — تا ملے رفعت جباہِ کیوانی

پھر طواف حرم میں ہو مشغول — تیرے صدقے[31] شروطِ ایمانی

کب تلک اعتکافِ بتخانہ — کب تلک کنج دیر و رہبانی

یوسفِ مصرِ نکتہ سنجی حیف — یوں گرفتارِ چاہِ کنعانی

کیا پیام اور کیا پیام گزار — جسکی ہر بات وعظ عرفانی

آب و تابِ[32] کلام سے اُسکی — آب ہو لولوئی و مرجانی

عالمِ[33] محملِ حدیث رسول — واقف نکتہ ہائے فرقانی

اُسکے آگے علوم پیرِ فلک — سبق کودکِ دبستانی

دیکھ اشراق اُسکا افلاطون — کہے ھذا حکیم ربانی

جبہہ[34] خورشید سے فروزاں تر — جبہہ سے دل زیادہ نورانی

شام پیری میں اوسکا وہ عالم — رزوروجس سے صبح ریعانی[35]

کرم اللہ نام و ذات اوسکی — مظہر لطف ہائے یزدانی

ہے مجھے بھی خیال طوف حرم — خضرِ رہ گر ہو فضل رحمانی

۳۱- ایمان کی شرائط (ارکان) تجھ پہ قربان ہوں - ۳۲- موتی اور مونگا انکی صفت بھی پانی پانی ہو جائے

۳۳- محمل = موقع و محل - مصداق - ۳۴- جبہہ = پیشانی - ۳۵- ریعان = عنفوان شباب - اٹھتی جوانی

تاکہ صحنِ منا[۳۶] مین کر ڈالون
نفسِ امّارہ کو بھی قربانی

اُس[۳۷] سے افزون ہے شوق اُس در کا
جس سے حاصل ہو یہ بآسانی

کہ محرک ہے التفاتِ نہان
تا ب فرسا ہے جذبِ روحانی

پھر کرون کیا کہ بن نہیں آتی
ورنہ مین اور تیہ ہیمانی[۳۸]

دشت گردی کے شوق نے مارا
ہون تو دیوانہ لیکن زندانی

سوچ سوچ اپنے دل مین ڈرتا ہون
گو ہون وسواس ہائے شیطانی

ہے ابھی آرزوئے وصلِ صنم
ہے ابھی حسرتِ ہوس رانی

فکرِ انجام سے بہ راہ ہوئی
سُن چکا ہون حدیثِ صنعانی[۳۹]

۳۶۔ صحن منی = مکہ معظمہ مین ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں نفس امارہ = وہ نفس جو گناہوں کا حکم دے۔ ۳۷۔ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح حج بیت اللہ کا عزم کر رہے ہین اور مومن کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ اس در (در ممدوح) کا شوق جسکی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی زیادہ ہے معاذاللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے یہ بے نیازی دیکھو۔ غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین + حج کا ثواب نذر کر دونگا حضور کی + ۳۸۔ تیہ ہیمانی = حیرانی اور سرگردانیکا جنگل۔ ۳۹۔ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جو سفر حج کے دوران مین غرور نفس سے گمراہ ہو کر راہ راست سے پھر گئے تھے مگر آخر مین ہدایت غیبی پھر دستگیر ہوئی مطلب یہ ہے کہ اندیشہ انجام کی وجہ سے عزم حج سے قاصر ہون کہین صنعان کیطرح مین بھی مبتلائے معاصی نہ ہو جاؤں کیونکہ ابھی مجھ مین حسرت ہوس رانی باقی ہے۔

بعد یک چند گر خدا چاہے　　مین ہون اور تیرے در کی دربانی
آکے اُس بزم مین دکھاؤن گا　　شعلہ ہائے خرد کی نیرانی
میرے سینہ کے صفحہ مین ہو رقم　　علم دانا دلان یونانی
مجھ تلک پہونچے ہین اب وجد سے　　ورثۂ نکتہ ہائے لقمانی
مہرِ افلاک عقل و دانش ہون　　فطرتی ہے مری درخشانی
نسر[۴۰] طائر کو سمجھے ہے بے پر　　مرغ فکرت کی بال جنبانی
وہ خردمند ہون کہے ہے مجھے　　عقل اول حکیم لاثانی
مین روشن دان حکم بر جیسی　　مین او افہم سیر کیوانی
ہون وہ ناخن جسکے ناخن مین　　حرکاتِ عروقِ شریانی
آئینہ ہے صفا سے دل میرا　　کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی
میرے خامہ کے جوش گریہ سے　　روئے دیتا ہے ابر نیسانی
سامنے میری تر زبانی کے　　نطق[۴۱] اَلکَن حدیث سحبانی
میرے ربط کلام کو پہونچے　　نثر[۴۲] سعدی نہ نظم سلمانی

۴۰ - نسر = گروہ - آسمان پر دو ستارے ہین جو گدھ سے مشابہ ہین - اونمین سے ایک (نسر طائر) اُڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا (نسر واقع) گرتا ہوا نظر آتا ہے -
۴۱ - نطق الکن = ہکلے کی گفتگو - حدیث = بات سحبان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اوپر گذرا -
۴۲ - شیخ سعدی رحمۃ شیرازی کی نثر گلستان شہرۂ آفاق ہے اور دنیا کی متعدد زبانون مین ترجمہ کی جا چکی ہے - سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہین رکھتے - آئندہ شعرون مین خاقانی - انوری خسرو - کمال مشہور اساتذہ فارسی کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

جاں‌فزائی[۴۳] مرے سخن کی دیکھ — سم گئے خضر آبِ حیوانی

میرے[۴۴] زاغِ قلم کی نیم صریر — صد صفیرِ ہزار دستانی

میرے گوہر تمام ناسفتہ — میرے یاقوت سب بدخشانی

میری[۴۵] نیرنگیِ تخیل سے — سیمیاگر ہے روحِ نفسانی

ہیں وہ سرمایۂ بلاغت ہیں — جسکے در کا گدا ہے خاقانی

انوری کے بیان میں ہے کہاں — میری تقریر کی سی تابانی

ملکِ معنی کا شہریار ہے کہ — دیکھ خسرو مری قلمرانی

میری نسبت سے خاکِ ہند کو ہے — رونقِ سرمۂ صفاہانی

آج ہوتا کمال تو کہتا — اب تخلص سزا[۴۶] ہے نقصانی

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن — تاکجا لافہائے طولانی

جب تلک باعثِ نشاطِ زماں — ہے وصال و فراقِ جانانی

۴۳ - دیکھ = دیکھکر - سم گئے = زہر سمجھے -

۴۴ - میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی بلبل کی ہزار خوش الحانیوں کا جواب ہے - قلم کو زاغ سے تشبیہ دیگئی ہے

۴۵ - سیمیاگر = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو - سیمیا ایک علم طلسم ہے جس میں موہوم اشیاء اصلی نظر آتی ہیں - شعبدہ بازی - روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہیں - روح جو عالم خیال میں طرح طرح کے شعبدے دکھاتی ہے دراصل یہ میرے تخیل کی نیرنگی کا طفیل ہے -

۴۶ - سزا ہے = لائق ہے -

تیرے حساد و رنج کو ناگون — تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ لطفِ رحمانی

قصیدہ بمدح راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری[1] — کثرتِ دود سے سیاہ شعلۂ شمعِ خاوری
چشمِ ستارۂ سحر[2] لون زحل سے سرمہ سا — دشنۂ ترکِ چرخ سے تیز نگاہِ مشتری
خطِ بیاضِ صبح دہ شعلۂ شمع اثر دہ — عکس سے جس کے آب ہو آئینۂ سکندری
پلو ہوا ہے کوئی یارِ خانہ خراب و جان گداز — خفیۂ شمال[3] میں سموم باد صبا میں صرصری
سامعۂ سوز و دل خراش گریہ فزا و زخم ریز — نغمۂ نوکِ عندلیب قہقہۂ گلِ طری

---

[1] = تیرہ اختری = نصیب کا سیاہ ہونا - بدقسمتی۔ شمع خاوری = آفتاب - دود کا لفظ تیرہ اختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے -

[2] - شاعر طالع کی واژون اختری کا رونا روتا ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشم ستارۂ سحر (زہرہ) رنگ زحل سے زیادہ سیاہ ہے - اور نگاہ مشتری خنجر ترکِ چرخ (مریخ) سے بڑھکر تیز ہے یعنے سعد ستاروں میں قلب ماہیت ہو کر میرے حق میں نحوست کا اثر پیدا ہو گیا ہے - زہرہ کو اہل نجوم سعد اصغر اور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہیں - اسی طرح مریخ کو نحس اصغر اور زحل کو نحس اکبر مانتے ہیں چشم کے لیے سرمہ اور ترک کیواسطے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے -

[3] - باد شمال میں گرم لو کی اور صبا میں اندھی کی خاصیت مضمر ہے خانہ خراب یعنی خانہ خراب کن استعمال کیا ہے اور یہ مومن کے مجتہدانہ تراکیب میں سے ہے - [4] - حاصل یہ ہے کہ پھولوں کے قہقہے اور بلبلوں کے چہچہے بجائے خوش آیند ہونے کے ناگوار گذرتے ہیں - طری = ترو تازہ - تری غلط معلوم ہوتا

مجکو فغان سے کام اور ذکر مین اہلِ خانقاہ — دیر مین شور بید خوان میکدہ مین لاگری

چار طرف ہے غلغلہ حیّ علی الفلاح کا[5] — بدظنیون سے عذر لنگ شدّتِ ضعف لاغری

شعلۂ شمع سے فزون چہرہ مرا زریرگون[6] — رنگ شفق سے بیشتر گریہ مرا معصفری

رشک فزا نظارۂ صحبت ساکنان قعر[7] — پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری

صبح مری شب مریض شب شب اولین گور — زور گداز بیم شام[8] سختیٔ روز محشری

غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہان تنگ ہین — چرخ مین یہ محدّبی[9] آگئی اور مقعّری

صبح کی جب بہار ہے ساقی غنچہ لب پاس — شب سے عذار لالہ رنگ لب سے مذاق[10] شکری

---

۵ - حیّ علی الفلاح (بہبودی اور فیروزی کی طرف آؤ) بدظنی = بدگمانی - موذن حیّ علی الفلاح کہتا ہے مگر مومن اپنی تیرہ اختری کے ہاتھون اسقدر مایوس ہے کہ اوسکو اپنی فلاح کے حصول مین شبہ ہے - لہذا وہ نماز کے لیے شدت ضعف کا جھوٹا عذر پیش کرتا ہے -

۶ - زریرگون = زریر کے رنگ کا - زریر ایک گھاس ہوتی ہے جسکا رنگ سبز مائل بہ زردی ہوتا ہے - معصفر = کسم کے رنگ کا - سُرخ

۷ - گھر کے منظر بلند (بالاخانہ) پر چڑھکر جب نیچے نگاہ ڈالتا ہون تو پستی بخت نظر آتی ہے یعنے ہمسایون کا طرز زندگی دیکھکر اپنی حالت سے موازنہ کرتا ہون اور رشک سے جلتا ہون -

۸ - اِدھر شام کے خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اُدھر دن کی شدت قیامت کا نمونہ ہے زور گداز خاص ترکیب ہے ۹ - کرہ کی بالائی سطح کو محدب کہتے ہین اور اندرونی سطح کو مقعر - ۱۰ مذاق = ذائقہ - شکری = شیرین -

ہر حرکت محرکِ شوق، مہیجِ ہوس[۱] — قلقلِ شیشہ قاہ قاہ مطربِ طرفہ زیوری

بسترِ گل پہ خوابِ خوش سر خوشیٔ نشاط افزا — عطرِ لباس سے گلاب جسم و دماغ کی تری

رطلِ گراں دمِ صبوح مست شبینہ روح[۲] — سر بسر اہتزاز طبع رنجِ خمار سرسری

عطرِ مشامِ حورِ عین نہ فلکِ نو آفریں[۳] — اوخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری

ایک سے ایک کامیاب سینۂ حاسداں کباب — ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گزک ہری

جب نہ رہے طمع تو کیا خلد میں گھر ملے اگر — قصر زبرجد و مئے لعلی و جام گوہری

میرے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب پائیں! (نصیب) — چارۂ یاس امیدِ حشر مرگ علاجِ منتظری

۱؎ - ہر ایک حرکت شوق کو بیقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں شراب کی آواز زیور پہنے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

۲؎ - رطل گراں = پیمانہ کلاں - صبوح = وقت صبح و شراب صبح - اہتزاز = خوشحالی سلسلۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی بہار اور زندگی کا لطف جب ہے کہ یہ اور وہ سامان عشرت بہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو طبیعت مجسم سرور ہو جائے اور خمار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ امتیاز غالباً عدم امتیاز کاتب ہے۔ اہتزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۳؎ - اوخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں - بخور = دھونی - بان = ایک خوشبو کا نام ہے مجمر = انگیٹھی - انگیٹھی میں جو عنبر و بان سلگائے جائیں ان کی دھونی کی کثرت سے اور نئے نو آسمان پیدا ہو جائیں اور حوروں کے دماغ کو ان سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طولِ امل[14] کی حد نہیں سارا جہاں کیا نہ لے — بادشہی جہاں ہو کم حیف نہ ہاں قلندری

یاں کسے ہو صدی نہ واں تک ہم جیسے فقیر ہیں — بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری

چرخ نے جیسے جیتے جی کین بدری عنایتیں — خاک کریگی بعد مرگ دیسی ہی مہر مادری

عشق[15] عیاں کا کیا بیاں حسن ہنر رہا نہاں — قمریِ نالہ کش زباں میری ہے دل صنوبری

وہم برون شدن خیال قید سے چھوٹنا محال — یاں سے گریز کیا مجال بندِ گراں یہ بیڑی

چھوٹے بھی گئے تو راہ بند جائے بجا لامکان — کوئی عجب طلسم ہے گنبدِ چرخ چنبری

رغبتِ وصل[16] پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے — نہ اُسے طاقتِ قرار نے ہوس ستمگری

کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد — آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنے ابتری

---

[14] طول امل - آرزوؤں کی کثرت - افسوس جسکے نزدیک بادشاہی حقیر ہو اسکو فقیری نصیب ہو۔

[15] - شاعر نے اپنے عشق عیاں کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کش اور حسن نہاں (ہنر) کی بنا پر اپنے دلکو صنوبر قرار دیا ہے۔ قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر تو عشق کے ہاتھوں تباہ رہا اور ادھر حسن ہنر کی بیقدری کی بدولت گمنامی نصیب ہوئی۔ یوں سمجھیے کہ میری زبان قمری کیطرح نالاں ہے اور میرا دل جو صنوبر کیطرح ہے نہاں ہے۔ شعر میں لف ونشر مرتب ہے۔ واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے۔

[16] وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کیطرف اشارہ ہے یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے ایسا نہ ہو اُسے قرار کا یارا ہو نہ ظلم کرنے کی خواہش میرے ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر کاتبوں کی عنایت کا شکار ہوا ہے۔ کہیں مومن کی روح شرمندہ نہ ہو۔

چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ ہے[17] — طالع دون خراب ہو آپ کرے جو یاوری

آہ سے میرے[18] گرم و خشک زہرہ و ماہ کا مزاج — گریہ سے میرے سرد تر طبع بروج آذری

جان جہان کو دل دیا دشمن جان ہوا جہاں — سر میں ہوا نظر میں یاس سینہ میں آہ زیری

یکہ و تنہا دو گونہ کوہ غم یک تن و فوج فوج غم — یک جگر و ہزار نیش - یک سر و صد گرانی ہی

جور سہوں وفا کروں حق وفا ادا کروں — یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بیری

قدر ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم — دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری

سوا امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست — بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع ہیں بیمی و خری

ایک جہان میں قدردان سو وہ برغم آسمان[19] — آج یہاں ہے کل وہاں واہ کمال داوری

۱۷ - آسمان مجھ سے برسر پرخاش ہے اس صورت میں اگر میرا اختر طالع میرے موافق ہو بھی جائے تو بھی بے سود۔ کیونکہ میرا ستارہ جو آسمان کا ایک حقیر جزو ہے آسمان کی دشمنی سے خود تباہ ہو جائے گا۔

۱۸ - زہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالۂ آتشین کے اثر سے دونوں کا مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے۔ اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے بروج آتشی کا مزاج سرد تر بن گیا ہے۔

۱۹ - برغم آسمان = آسمان کی ضد پر۔ کیونکہ آسمان نہیں چاہتا کہ ممدوح کا فیض عام ہو۔ مگر شاعر کے نزدیک جس کی یہ خواہش ہے کہ مجھی پر مخصوص کرم ہو یہ مصیبت ہے کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے۔

راجہ اجیت سنگھ نام کا مرجعِ خاص و عام ‏ ‏ جود[۲۰] سے جسکے ہے نظام کارجہان کی ابتری

فیل نشین بنا دیا خاک نشین کو اُسنے اب ‏ ‏ خاک نہیں فلک کو زیبِ لاف و گزاف برتری

چین سے زر۔ عدن سے دُر۔ کان سے لعل و گہر لئے ‏ ‏ بسکہ جہان میں شہرہ ہے اُسکی غریب پروری

دستِ گہرفشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم ‏ ‏ دام[۲۱] ہما ہو حسرتاً مرتبۂ کبوتری

لیتے[۲۲] ہوئے گرا لئے جو بارِ عطا سے لعل و دُر ‏ ‏ کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکانِ جوہری

حاتم و معن پائمال اُسکے صفِ نعال[۲۳] ہیں ‏ ‏ صدر نشین بزم کا م بخشش و فیض گستری

لعلِ[۲۴] لب اُسکے درفشان جیسے گہر نثار دست ‏ ‏ جائزہ کم نہ آفرین دونوں میں ہے برابری

---

۲۰ ـ کارجہان کی ابتری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنے ابتری دور ہو کر حسنِ انتظام کا دور دورہ ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱ ـ اُس نامہ بری کے شوق میں ہما کو کبوتر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے لیئے جال کا کام دے اور اُسکو پھانس کر لائے۔ تاکہ اوسے ممدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲ ـ کلبہ = گوشہ دکان و مکان ـ جب ممدوح کسی کو لعل و گہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ بہتسے جواہر سائل کے ہاتھ سے زمین پر گر جاتے ہیں جنکی بدولت خاکروب مالا مال ہو جاتا ہے۔

۲۳ ـ صفِ نعال = محفل کی آخری صف جسکے قریب نعلین اتاری جاتی ہیں۔

۲۴ ـ ممدوح اپنے مداحوں کو انعام اور داد دونوں یکسان دیتا ہے کیونکہ جیسے اُسکے ہاتھوں سے گوہر برستے ہیں ویسے ہی اُسکے منھ سے موتی جھڑتے ہیں۔ لف و نشر غیر مرتب ہے۔

یک شبہ[۲۵] خرچ بزم کا نیمہ خراج نیمروز	بخشش ہفتہ حاصل دولت ہفت کشوری
ایک جہان[۲۶] گدائے در اور وہ سب کا معتقد	بے طمعی سے شیخ وقت جسکا سوال دیدیا
دور کرم مین اُسکے لعل خشکی لب کا ہے بہا	دُرِ یتیم کو ملے چشم یتیم کی تری
اس[۲۷] سے زیادہ اور کیا ہوویگی بخشش و عطا	کم رہے اکثرون سے ملک بیش نہ ہو مقرری
رونق[۲۸] لولیان بزم دیکھکر اوسکی جود سے	تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولی چرخ چنبری ق
گرم دعائے بازگشت شکل بشر مین ہوکے خاک	بہرِ حصول زیور و چارۂ رشکِ زیوری

۲۵ - اُسکی بزم کا ایک رات کا خرچ ولایت نیمروز کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک ہفتہ کی بخشش حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے - میری فہم ناقص مین فائدہ کا لفظ بے فائدہ ہے دولت چاہیئے -

۲۶ - معتقد = اسم مفعول یعنی جسپر سبکو اعتقاد ہو - دنیا آپ کے دروازے کی فقیر ہے اور آپ سب کے مرجع عقیدت - حتے کہ جو شخص آپ کے در پر فقیری مانگتا ہوا آیا تھا اوسکو منہ مانگی مراد ملی یعنے اتنا دیا کہ اب سائل کو طمع نہین رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا -

۲۷ - مقرری = سرکاری مالگذاری - مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے احتراز کرنا اور مالگذاری مین اضافہ کرنا ممدوح کے ایثار کی بنا پر ہے - عصمت بی بی از بے چادری نہین

۲۸ - لولی = مطربہ - لولی چرخ = ستارہ زہرہ - ممدوح کی توجہ و نوازش سے لولیان محفل کی رونق دیکھکر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی آنکھون مین دنیا تاریک ہے اس لئے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا مین بہ صورت انسان آنے کی خواہشمند ہے -

۲۹ اوسکے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر — خستہ ذُباب کی طنین طنطنۂ سکندری

۳۰ جوشِ طراوتِ مشام وجہِ عطاسِ عز و جاہ — لطفِ نسیم مشک بیز خلق شمیم عنبری

۳۱ بوسہ روا بہر طریق ۔ سجدہ و فرق با ہر فریق — سنگِ در اوس کا اک صنم رشکِ بتانِ آزری

تو وہ بہارِ باغِ حسن جسپہ کرے نثار جان — لالہ رخی سہی قدی گلبدنی سمن بری

لب کو مثال کسے دوں لعل و عقیق بے مزا — گل ہیں کہاں یہ نازکی گل ہیں کہاں یہ اجری

۳۲ چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا — گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عبہری

۲۹ ۔ ادیم = چمڑا ۔ مجازاً دستر خوان ۔ مائدہ = دستر خوان ۔ خستہ ذباب = عاجز مکھی طنین = بھن بھناہٹ ۔ طنطنہ = دبدبہ ۔

۳۰ ۔ ممدوح کا لطف مشک بیز ہوا ہے ۔ اور اوسکا خلق عنبر کی خوشبو ہے ۔ جوش طراوت مشام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطاس عز و جاہ کا خلق سے ۔ غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا سے دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز و جاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو تفریح ہوتی ہے ۔ عطاس = چھینک ۔

۳۱ ۔ بوسۂ سنگ در (جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب میں جائز ہے البتہ سجدہ میں اختلاف ہے ۔ آزر بت تراش حضرت ابراھیمؑ کے باپ یا چچا کا نام ہے یہ تشریح جدید مومن کی بدعت ہے ۔

۳۲ ۔ تیری آنکھ کی ساخت روح و نظر کے لیئے باعث قوت ہے ۔ گریۂ مستی کے وقت تیری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے گویا نرگس زرد (عبہر) میں روح گلاب ہے ۔

فصل بہار بعد یاس کس لیے غنچہ پھر ہوا	بزم میں تیری گر نہ تھی گل کو امید ساغری
۳۴ جمع ہیں تجھ میں عدل و حسن جن سے خراب یاں تھا	مست شراب لب شراب، محو پری رخی پری
۳۵ اطلس چرخ زیر گرد جوش ہوائے رشک سے	آتش سینۂ نجوم خجلت آب پیکری
۳۶ تو وہ سوار یکہ تاز ہو عرصۂ رزمگاہ میں	جا سے وریدہ جسکے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری

۳۳ - فصل بہار میں یاس (خزاں و پژمردگی) کے بعد رہا یا ہوا پھول از سر نو غنچہ بنا ہے تاکہ پھر پھول بن کر تیری بزم سے میں ساغر ہونے کا شرف ملے۔ گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے۔

۳۴ - ممدوح میں عدل و حسن دونوں صفتیں جمع ہیں۔ لہذا جو اسباب کسی شے کی بربادی کے ہوتے ہیں آپ ہی برباد ہیں۔ حسن کی وجہ سے شراب خود اسکی شراب لب سے مست ہے اور پری خود اسکی پری روئی پہ مٹی ہوئی۔ اس لیئے شراب اور پری جو خانہ برانداز عالم تھے معطل ہو گئے۔ اور یہی تقاضائے عدل ہے۔

۳۵ - اس شعر میں سہو کاتب سے تقدیم ہو گئی ہے۔ دراصل یہ توسن کی تعریف سے موخر ہونا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی سواری دیکھکر رشک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستاروں کو اپنے وجود سے اسقدر شرمندگی ہوتی ہے کہ اُن کا دل جلنے لگتا ہے۔ اطلس چرخ = عرش اعلیٰ۔ آب پیکر = ستارے۔ شعر میں چاروں عناصر کا نام آگیا ہے۔

۳۶ - قطرہ زنی = تیز رفتاری۔ تو میدان جنگ میں ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا۔ حتی کہ صفدری (شجاعت) بھی تیرے ساتھ دوڑنے میں عاجز رہ جاتی ہے۔

توسنِ بادِ پا ترا روزِ وغا لگا ڑ دے
صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا کے صرصری

سیرِ ریاض میں نسیم سطحِ ہوا پہ بوئے گل
عرصۂ بحر طے کرے آن میں بے شناوری

روزِ نبرد گرچہ ہو خصمِ جبان کے زیرِ ران [۳۷]
توسن برترین فلک تو بھی محال جان بری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ پہ ایک جست میں
نیم قدم پہ رہ گئی طائری و تگاوری

ہائے سبک عنانیاں واہ گراں رکابیاں [۳۸]
گاہ غزالِ چین ہے وہ گاہ پلنگِ بربری

مجھ سے مدیح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو [۳۹]
شاہ سوار کیا کرے کس سے ہو اس کی چاکری

کر دیے دشمن اس لیے تو نے زبون سرنگون [۴۰]
سجدہ گہِ صفات پہ تا کہ ہو نیک محضری

تختہ حریف کا تباہ حال و تغیر کعبتین [۴۱]
نیل مرام و شش جہت مہرۂ دقیقۂ ششدری

---

۳۷ - جبان = بزدل۔

۳۸ - شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔ بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کے چیتے مشہور ہیں۔

۳۹ - ممدوح کے توسن تیز رفتار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) پیکِ خیال ہی سے ہو سکتی ہے۔ مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصد تیز رو فرض کیا ہے۔

۴۰ - تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگوں (پست) کیا ہے کہ اُن کی صفات پہ تیری نیک خوئی کے سامنے سجدہ کریں۔ سجدہ میں صورتاً سرنگوں ہونیکی کیفیت پائی جاتی ہے۔

۴۱ - ممدوح کے دشمن کا حال چوسر کے پانسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور اس کے (دشمن کے) حصول مقصد اور شش جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ اور ششدر جس سے مہرہ کا نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ شعر میں مراعاۃ النظیر ہے۔

جس[۴۲] نے مقابلہ کیا۔ بےجگری سے چل دیا
کیا کھلے ایک حملہ میں گرچہ کھلے دلاوری

چرخ[۴۳] سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضرب گرز اٹھائے
حربہ سے پہلے سر شکن بہر عدو یہ مغفری

ساکنِ چیر و پیرہن تمام رام نہ ہوں تو کیا کریں
تیغ میں یہ نہنگی اور طبع میں ہے سخنوری

اُٹھی رمح سینہ کو چیر کے دل نکال لے
مار سیاہِ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری

بال و پرِ فرشتۂ موت ہیں یا پرِ خدنگ
دشنۂ آتشیں قضا یا ہے یہ تیر کی سری

خندۂ[۴۴] برق تیغ میں گرمیِ مہر ماہِ تیر
گریۂ زخم تیر میں جوشِ سحابِ آذری

شہرت ظلم و جور سے دور میں ہے کیا عجب
ہفت[۴۵] پدر اگر ہم ترک کریں برادری

رونقِ بزم و عزمِ رزم فرِ جلال و قدرِ جاہ
تو نے بغایتِ کمال جمع کیے نہ سرسری

سینہ پہ روئے دلبران بر میں قبائے رستمی
پاؤں پہ فرقِ سروران سر پہ کلاہِ سروری

اسقدر[۴۶] اعتبار ہے اسقدر انقلاب حال
یعنی ترے خدم کے ہیں طالع و بخت سنجری

۴۲۔ جب دشمن کا کام ایک ہی حملہ میں تمام ہو جاتا ہے تو ممدوح کو اپنا زورِ شجاعت دکھانے کا پورا موقع کیونکر

۴۳۔ ممدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو
اس صورت میں ممدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سرشکنی کے لیے اسقدر رونق
مغفر ہی کافی ہے اب ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے۔ مغفر = خود۔

۴۴۔ تیر ایک فارسی مہینہ کا نام ہے جو ساون کے مطابق ہے۔ سحابِ آذری = ماہ آذر (چیت) کا ابر و باراں

۴۵۔ ہفت پدر = سات آسمان جو آبائے علوی کہلاتے ہیں۔ ضد امہاتِ سفلی۔

۴۶۔ سنجر سلجوقیوں کا ایک عظیم الشان فرمانروا گذرا ہے جو آخر زمانہ حکومت میں ترکمانوں کے
ہاتھ سے شکست کھا کر تباہی کی حالت میں مرا [illegible] خدم = جمع ہے خادم کی۔

ہے تیرے در پہ منحصر اب جو شرف تو جائے ننگ[۴۷] | ماہ کو بیتِ زہرہ - اور زہرہ کو برجِ مشتری
بسکہ خلف[۴۸] محال تھا ہو گئی نسل منقطع | ذات پہ تیرے اسقدر ختم ہے پاک گوہری
ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر دان | دیکھ نگاہِ غور سے تو مری نکتہ پروری
شاعرِ بے نظیر ہوں سحر بیان دبیر ہوں | دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری
سحرِ حلال[۴۹] سے مرے جادوئے سامری خجل | طورِ کلیم اوجِ فکر - نورِ خدا فسون گری
لاف زنی پس ہیچ رسمِ قدیم کیا کروں | اس غمِ تازہ سے نہیں مجکو امیدِ جانبری

۴۷ - منجمون کے نزدیک ماہ کا زہرہ کے ساتھ اور زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران (اجتماع) سعد سمجھا جاتا ہے - لیکن اس دور میں شرف و سعادت صرف ممدوح کی آستان بوسی پر موقوف ہے -

۴۸ - خلف = نائب و جانشین - آپکی ذات اسقدر پاکیزہ ہے کہ جانشین آپکا ہم پایہ نہیں ہوسکتا تھا جو صحیح معنون میں خلف کہا جاسکے - اس لئے آئندہ کو نسل ہی منقطع ہوگئی - معلوم نہیں کہ اسکو مدیح کہا جائے یا ہجو ملیح -

۴۹ - سحرِ حلال سے مراد شاعری ہے - سامری ایک ساحر کا نام ہے جس نے حضرت موسیٰ کی قوم کو گوسالہ کی پرستش پر آمادہ کیا تھا اور بعد کو حضرت موسیٰ کی بد دعا سے مبتلائے عذاب ہوا تھا - مدعا یہ ہے کہ میری شاعری سحرِ سامری کو شرمندہ کرتی ہے میں ایسا کلیم (رقیبِ حضرت موسیٰ) ہوں جسکا طور اوجِ فکر (بلند پروازیٔ خیال) ہے - وہاں انہیں نورِ الٰہی کی تجلی ہوئی تھی یہاں تجھیر فسون گری (شعر و فن) کے راز کھلتے ہیں -

۵۰ کفر حکایت غرور وار ہے اسکے بغیر یہ محال | تا مُتنبّی و جریر عار ہے مجکو ہمسری
میری زبان مین وہ بات جس سے ملک سخن ہے پٹ | میرے بیان مین وہ سحر جس سے جنون زدہ پری
۵۱ جیرتی عقوبت تازہ مو کلان قہر | بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روان انوری
۵۲ مجکو یہ کل زمین پسند آ گئی اتفاق سے | مزرع غیر مین کسے ذرہ سر کدیوری
تان گدا یہ رغبت شاہ جہان غلط غلط | با ہمہ برتری در روغ آرزوئے فروتری
اب نہین کی ہے اختیار نظم کو میچ یہ زبان | آپ مین لب بہ بوسہ زن سندی و تازی دری
۵۳ باغ مین اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو بید | اول و آخر بہار بار فروش نو بری

۵۰۔ غرور کی باتین کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار کمال جو سنت الشعرا ہے محال ہے۔ بات تو یہ ہے کہ متنبّی و جریر جیسے عرب کے مشہور شاعرون سے بھی برابری مین اپنی کسرشان سمجھتا ہون۔ اصلاً مومن اپنی تعریف کو غرور نہین بلکہ امر واقع جانتا ہے۔

۵۱۔ چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تاریک ہے اس لیئے فرشتگان قہر انوری کو نئے نئے عذاب دیکھکر حیران ہین۔ یعنی میرا حسد ہی اوسکی جان کے لیئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے۔

۵۲۔ کدیوری = کاشتکاری۔ سر = خیال۔ اس زمین مین اکثر شعرائے سلف نے طبع آزمائی کی ہے اس لیئے اسکو مزرع غیر کہا گیا۔

۵۳۔ میرے باغ سخن مین ہر درخت خواہ وہ چنار۔ سرو یا بید ہی کیون نہ ہو بہار کے اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے پر نازان ہے۔ یعنی سب سدا بہار ہین اور بار آور۔

لذت[۵۴] مدح جانفزا تلخی ہجو تاب کاہ
شہد ہے یاں تو شہد ناب صبر ہے تو سقوطری

مہر[۵۵] کی طلاقت لسان میری فصاحت کلام
چارۂ صدرہ آزما ازپئے گنگی وکری

میرے[۵۶] معاند وحسود ہرزہ ستا رفتگان
چاہی خویش ولے خبر ہست بلکہ آوری

ہیں یہ سگانِ جیفہ خوار نغز سخن ہے نصیب
کافرِ استخواں پرست طرفہ سگی وکافری

ہیں وہ شہ سریرِ فضل جسکے خطیب کیلیے
اوج وحضیض آسماں پست وبلند منبری

فرطِ[۵۷] حجاب سے نہیں گرچہ لباس کا خیال
تو بھی تو بکر فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری

قیمت[۵۸] حسن یوسفی میرے سخن کا رونما
ہے وہ جنس جسکی بیع پایہ فزائے مشتری

---

۵۴ - میرے مدحیہ قصیدے روح کو تازگی بخشتے ہیں اور میری لکھی ہوئی ہجویں ہمت توڑ دیتی ہیں میرے پاس اگر شہد (مدح) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی سقوطر ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۵ چارہ صدآزما = سو دفعہ کا آزمایا ہوا علاج - میری گویائی گونگے پن اور بہرے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے -

۵۶ - میرے مخالف جو شعرائے سلف کی تعریف کرتے ہیں - اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے ہیں اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہیں - اور ان کو خبر نہیں - ناحق غیظ کی وجہ سے منھ میں جھاگ بھر بھر لاتے ہیں - جیفہ = مردار - ۵۷ بکر = کنواری - بکر فکر = اچھوتے خیالات - زہرہ معجری = زہرہ کی سی چادر ہونا -

۵۸ میرے جنس کلام کی بیع سے خود خریدار کی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے مشتری گاہک - رونما = منھ دکھائی -

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست — طول مقال عیب شعر جابجا عیوب سے بری

ختم سخن دعا پہ ہو۔ تا نہ اثر مین ہو کلام — اب ہو یہ قصۂ مختصر ختم ہوئی سخنوری

تا کہ ہے وہ[۵۹] بیت ہفتمین قوت لولی فلک — تا کہ سہم مین ہے فرح بہر عروسِ خاوری

تجکو نصیب دولتِ صحبتِ نوجوان نگا — تجکو ہمیشہ عشرتِ تازہ عروس دربری

تا ہے الفت آزما ناز و غرورِ دلربا — تا ہے آرزو فزا طرزِ ادائے دلبری

جور[۶۰] پہ تیرے جان نثار غارتیان دین و دل — وصل سے تیرے کامیاب لشکران عسکری

تا کہ ہو نوبہار مین قسمتِ رند مشربان — مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

بہر[۶۱] حسود جام زہر۔ ساغر مے ترے لیے — تا نہ ہو ناگوارِ طبع تلخیِ بادہ شکری

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم — شعلہ[۶۲] و دود عارضِ روشن و زلفِ عنبری

سو[۶۳] سے ہزار گوشِ جان رو گئے زمین پہ زرفشان — باغ مین جب تلک اسطرح جلوہ کرے گل طری

تجکو نصیب بزم مین داد وہی صلہ وہی — تجکو مبارک ایکسو مدح گری گداگری

---

۵۹ - لولی فلک = زہرہ - عروس خاوری = آفتاب - جب زائچہ کے ساتوین خانہ مین زہرہ واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق مین احکام نجوم موثر ہوتے ہین - اور جب نوین خانہ مین سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے ۶۰ عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے درمیان ہے ۶۱ شراب مین جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تا کہ ناگوار طبع نہ ہو -

۶۲ - تیری گرمی محفل مین اگر شعلہ ہو تو حسینونکے عارض روشن کا - اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا

۶۳ - ہزار = بلبل - گل طری = گل تر - تازہ پھول - مصرع اول گل کی جلوہ گری کی کیفیت بیان کرتا ہے

مشہور شعراے اردو کے دواوین

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
کلیات میر تقی میر	عہ/	اکمل دیوان غالب	عہ/	منتخبات داغ مع ضمیمہ	ے	کلیات اکبر حصہ اول	عـہ/
انتخاب کلام میر مجلد	ع/	دیوان غالب جیبی	عـہ/	انتخاب داغ	عہ/	" حصہ دوم	عـہ/
انتخاب میر	عہ/	دیوان غالب مع فرہنگ	عـہ/	گلزار داغ	عـہ/	" حصہ سوم	ع/
کلیات سودا	عـہ/	" مع شرح حسرت	عہ/	یادگار داغ	ع/	کلیات نعت محسن کاکوروی	عـہ
دیوان میر درد	عـہ/	" " نظم طباطبائی	ع/	صنم خانۂ عشق (امیر مینائی)	ع/	دیوان حالی	عـہ/
کلیات مومن	عـہ/	" " تجوید دہلوی مجلد	ے	مراۃ الغیب	عـہ/	دیوان تعشق	۸/
کلیات آتش	عہ/	" " نظامی "	ے/	دیوان امیر دولت علی جلیل	عہ	کلام شاد عظیم آبادی	ع/
دیوان ناسخ	عـہ/	" سہا	ع/	نظم دل افروز (تسلیم)	عـہ/	نغمۂ ساز (حفیظ جونپوری)	ع
دیوان ذوق مرتبہ آزاد	ع/	" عبد الباری آسی	ے/	دفتر خیال (")	عـہ/	خمخانۂ دل "	ع
دیوان ذوق	عہ/	دیوان رنگین و انشا	عـہ/	منتخب الاشعار (منیر		جان سخن (جلیل)	۱/
قصائد ذوق طبع اعلیٰ	عـہ/	دیوان جان صاحب	عـہ/	شکوہ آبادی)	ع/	تاج سخن "	
دیوان میر حسن	۸/	دیوان سخن دہلوی	عـہ/	تنویر الاشعار "	عـہ/	بانگ درا (اقبال)	
کلیات ظفر	ے/	دیوان رند	۱۰/	دیوان حاتم علی مہر	عـہ/	گلکدہ (عزیز لکھنوی)	
دیوان ظفر جیبی	۱۲	دیوان مجروح	عـہ/	دیوان شاہ تراب	عہ/	داغ جگر۔ جگر مرادآبادی	
کلیات نظیر اکبرآبادی	عہ/	مظہر عشق دیوان قلق	۸/	مضمونہائے دلکش (جلال)	عہ/	اثرستان	
روح نظیر	ع/	خورشید محشر	عـہ/	نظم نگارین (")	عـہ/	(اثر لکھنوی)	

ملنے کا پتہ :- الناظر بک ایجنسی لکھنؤ